☆

دعا

پروردگار!

جب تو ہمیں سیدھے رستہ پر لگا چکا ہے تو پھر کہیں ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر دیجیو ہمیں اپنے خزانہ فیض سے رحمت عطا فرما کہ تو ہی فیاض حقیقی ہے۔

پروردگار!

تو یقیناً سب لوگوں کو ایک روز جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ہے تو ہرگز اپنے وعدہ سے ٹلنے والا نہیں ہے (آل عمران ۹،۸)

☆

نقشِ اول

دنیا میں وہ کون ہے جو سکونِ قلب کا متلاشی ہے؟

اور وہ کون ہے جس نے اپنی سوچ کے مطابق سکونِ قلب کے حصول کے لیے کوئی نہ کوئی ذریعہ نہیں اپنایا۔

لیکن ہر قسم کے ذرائع اور وسائل پر قابو پالینے کے باوجود وہ اس حالت سے محروم ہے جس کی وجہ اس کی غلط سوچ ہے کیونکہ اس نے صرف مادی وسائل کو اس کا علاج سمجھا ہے حالانکہ خالق اکبر نے فرمایا:

خبردار رہو! دلوں کو سکون اللہ کے ذکر سے ملتا ہے۔

پس خالق اکبر کا یہ نسخہ ہی صحیح معنوں میں حصول سکون کا باعث ہے اور باقی سب ہوا۔

اسکے ذکر سے جب ذہنی اور روحانی قوتوں میں توحید، قدرت اور رحمت کے نقوش ابھر آتے ہیں تو انسان کے تخیل اور غور و فکر میں ایک ایسی وجدانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو اُسے قرآنی الفاظ میں ”نہ انھیں کوئی خوف ہوگا نہ غم“ کی دولت سے مالا مال کر دیتی ہے اور وہ خود کو پر سکون محسوس کرنے لگتا ہے۔

ہم نے اس کتاب میں ایسی حکایات کو جمع کیا ہے جن کے مطالعہ کے بعد انسان کی سوچ میں مثبت انقلاب پیدا ہوگا اور لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون کی مہکتی ہوئی سدا بہار کلیوں سے اس کا دامن معمور ہو جائے گا۔

اللہ کریم ہماری اس کوشش کو قبول فرمائیں اور جن بزرگوں کے تذکرے اس کتاب میں شامل کیے گئے ہیں ان کو درجات عالیہ سے سرفراز فرمائیں نیز جن مصنفین کی کتابوں سے حوالے لیے گئے ہیں انھیں اپنی رحمت بے پایاں سے نوازیں۔

احقر علی اصغر چوہدری

آسان حساب

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ میں نے بعض نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے سنا:

اللھم حاسبنی حسابا یسیرا

(اے اللہ! میرا حساب آسان فرمادے)

میں نے عرض کیا!

''حضرت آسان کا کیا مطلب ہے؟''

آپؐ نے فرمایا:

آسان حساب یہ ہے کہ بندہ کے اعمال نامہ پر نظر ڈالی جائے اور اس سے درگذر کی جائے (یعنی کوئی پوچھ گچھ اور جرح نہ کی جائے)

بات یہ ہے کہ جس کے حساب میں اس دن کی جرح کی گئی اے عائشہ! اس کی خیر نہیں۔ وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(مسند احمد)

☆☆☆

جب کوئی کسی کو یاد رکھے

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ انہیں ایک دفعہ دوزخ کا خیال آیا اور رونے لگیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"تمہیں کس چیز نے رلا دیا؟"

عرض کیا: مجھے دوزخ کی آگ یاد آ گئی اور اس کے خوف نے مجھے رلایا ہے۔ تو کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تین جگہ کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا (اور کسی کی خبر نہیں لے گا)

ایک وزن اعمال کے وقت: جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کا وزن ہلکا ہے یا بھاری اور دوسرے اعمال ناموں کے تلنے کے وقت جبکہ مرد مومن داہنے ہاتھ کے اعمال نامہ پر کر خوشی خوشی دوسرے سے کہے گا کہ پڑھو میرا اعمال نامہ یہاں تک کہ معلوم ہو جائے کہ کس ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔ اس کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں یا پیچھے کی جانب سے بائیں ہاتھ میں۔

اور تیسرے پل صراط پر جبکہ وہ رکھ دیا جائے گا جہنم کے اوپر (اور حکم دیا جائے گا سب کو اس پر سے گزرنے کا)

(ابوداؤد)

☆☆☆

اسم اللہ کا احترام

حضرت بشر بن حافی کی توبہ کی ابتدا اس طرح سے ہوتی ہے کہ ایک روز جوانی کی مستی میں اٹھکیلیاں کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ زمین پر ایک کاغذ پڑا ہوا پایا اٹھا کر دیکھا تو اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ آپ تعظیم کے ساتھ اسے لے گئے اور معطر کر کے پاک جگہ پر رکھ دیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ اللہ رب العزت آپ سے فرما رہا ہے۔

ترجمہ: اے بشر تو نے میرے نام کی تعظیم کی اور اسے معطر کیا مجھے اپنی عزت کی قسم میں تیرے نام کی خوشبو دنیا اور آخرت دونوں میں پھیلا دوں گا۔

آپ نے اٹھ کر نافرمانی اور آوارگی کی راہ سے توبہ کی اور اخلاص کے ساتھ بندگی اور تقویٰ کی راہ اختیار کر کے زندگی گزار دی۔

☆☆☆

اسم محمد کا احترام

اورنگ زیب عالمگیر بڑا مشہور مغل شہنشاہ گزرا ہے اس نے ہندوستان پر تقریباً ۵۰ سال حکومت کی تھی۔ ایک دفعہ ایک ایرانی شہزادہ اسے ملنے کے لیے آیا بادشاہ نے اسے رات کو سلانے کا بندوبست اس کمرے میں کرایا جو اس کی اپنی خوابگاہ سے منسلک تھا۔ ان دونوں کمروں کے باہر بادشاہ کا ایک بہت مقرب حبشی خدمت گزار ڈیوٹی پر تھا۔ اس کا نام محمد حسن تھا اور بادشاہ اسے ہمیشہ محمد حسن ہی کہا کرتا تھا۔

اس رات نصب شب کے بعد بادشاہ نے آواز دی ''حسن'' نوکر نے لبیک کہا اور اک لوٹا پانی سے بھر کر بادشاہ کے پاس رکھا اور خود واپس باہر آ گیا ایرانی شہزادہ بادشاہ کی آواز سن کر بیدار ہو گیا تھا اور نے نوکر کو پانی کا لوٹا لیے ہوئے بادشاہ کے کمرے میں جاتے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ نوکر لوٹا اندر رکھ کر باہر واپس آ گیا ہے اسے کچھ فکر لاحق ہوگئی کہ بادشاہ نے تو نوکر کو آواز دی تھی اور نوکر پانی کا لوٹا اس کے پاس رکھ کر واپس چلا گیا ہے یہ کیا بات ہے؟

صبح ہوئی شہزادے نے محمد حسن سے پوچھا کہ رات والا کیا معاملہ ہے؟ مجھے تو خطرہ تھا کہ بادشاہ دن نکلنے پر تمہیں قتل کرادے گا کیونکہ تم نے بادشاہ کے کسی حکم کا انتظار کرنے کی بجائے لوٹا پانی سے بھر کر رکھ دیا اور خود چلے گئے۔

نوکر نے کہا:

''عالی جاہ! ہمارے بادشاہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بغیر وضو نہیں لیتے۔ جب انھوں نے مجھے حسن کہہ کر پکارا تو میں سمجھ گیا کہ ان کا وضو نہیں ہے ورنہ یہ مجھے ''محمد حسن'' کہہ کر پکارتے اس لیے میں نے پانی کا لوٹا رکھ دیا تا کہ وہ وضو کر لیں۔

شہزادہ یہ سن کر حیران رہ گیا۔

☆☆☆

حکایات محبت و معرفت

صوفیا کے سردار حضرت جنید بغدادیؒ کا ارشاد ہے کہ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ جس سے مریدین کے دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ کسی نے دریافت کیا کہ حضرت اس کی کوئی دلیل بھی ہے؟ فرمایا ہاں! اللہ کریم کا ارشاد ہے:

ترجمہ: اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپؐ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔

☆☆☆

اقتباس از تبلیغی نصاب

ایک ضروری بات یہ بھی دل میں جمال لینے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں ہوں یا بزرگوں کے حالات اس طرح مسائل کی کتابیں ہوں یا معتبر کے وعظ وارشادات یہ ایسی چیزیں نہیں ہوتیں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد ختم کر دیا جائے بلکہ اسے بار بار دیکھتے رہنا چاہیے۔

☆☆☆

بصیرت اور بصارت

حضرت حسن بصریؒ کے پاس ایک مرتبہ ایک بہت خوبصورت عورت غصے کے عالم میں ننگے منہ اور ننگے سر آئی اور اپنے شوہر کا شکوہ کرنے لگی حضرت حسن بصریؒ نے اس عورت سے کہا ''پہلے تم اپنا منہ اور سر تو ڈھانپ لو''

لیکن اسنے جواب دیا ''میری عقل تو اپنے شوہر کے عشق میں کھوگئی ہے اس لیے مجھے اس کا احساس تک نہ رہا تھا کہ میرا سر اور منہ بے پردہ ہے اور میں اسی حالت میں بازار چلی آئی لیکن یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آپ کو عشق الٰہی کا دعوٰی ہے اور اسی کی روشنی میں آپ سب کو دیکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اپنے ہوش و حواس پر قائم ہیں''۔

حضرت حسن بصریؒ نے اس عورت کی یہ بات سن کر بہت ندامت محسوس کی۔

☆☆☆

مرزا قتیل اور ایرانی شاعر

مرزا قتیل دہلی کے رہنے والے تھے اور بہت اعلیٰ شاعر تھے لیکن آزاد منش تھے اور صوفی بھی تھے کلام بھی صوفیانہ لکھتے تھے۔

کسی ایرانی کو ان کا کلام پڑھ کر یہ خیال ہوا کہ یہ شخص بڑا صاحب حال ہے۔وہ مرزا صاحب سے ملاقات کرنے دہلی آیا اور دیکھا کہ مرزا صاحب ڈاڑھی منڈوا رہے ہیں۔

اس نے حیران ہو کر کہا ''آغا ریش مے تراشی''۔

(جناب آپ ڈاڑھی منڈوا رہے ہیں؟)

مرزا صاحب نے جواب دیا ''بلے ریشم مے تراشم دل کسے نے تراشم''(ہاں ڈاڑھی منڈوا رہا ہوں لیکن کسی کے دل کو رنجیدہ نہیں کرتا) اس پر ایرانی نے فوراً کہا:

آرے دل رسول اللہ می تراشی (ہاں مگر رسول اللہ کے دل کو رنجیدہ کرتا ہے) یہ سن کر مرزا قتیل کی آنکھیں کھل گئیں ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور بے اختیار کہا

جزاک اللہ چشم باز کر دی
مرا با جان جاں ہمراز کر دی

اللہ تعالیٰ تجھ کو جزائے خیر دے تو نے میری آنکھیں کھول دیں اور مجھ کو محبوب حقیقی سے ہمراز کر دیا۔

☆☆☆

مومن اور مسلم معاشرہ

حضرت کعب بن مالکؓ جنگ تبوک کے متعلق اپنا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"غزرہ تبوک کی تیاری کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی مسلمانوں سے شرکت جنگ کی اپیل کرتے تھے میں اپنے دل میں ارادہ کر لیتا تھا کہ چلنے کی باری کروں گا مگر پھر واپس آ کر سستی کر جاتا اور کہتا تھا کہ ابھی کیا ہے جب چلنے کا وقت آئے گا تو تیار ہونے میں کیا دیر لگتی ہے اس طرح بات ٹلتی رہی یہاں تک کہ لشکر روانگی کا وقت آ گیا اور میں تیار نہ تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ لشکر کو چلنے دو میں ایک دو روز بعد راستہ ہی میں اس سے جاملوں گا مگر وہی سستی مانع ہوئی حتیٰ کہ وقت نکل گیا۔

اسی زمانہ میں جبکہ میں مدینہ سے باہر رہا میرا دل یہ دیکھ کر بے حد کڑھتا تھا کہ میں پیچھے جن لوگوں کے ساتھ رہ گیا ہوں وہ یا تو منافق ہیں یا وہ ضعیف اور مجبور لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور کہا ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس تشریف لائے تو حسب معمول آپؐ نے پہلے مسجد میں آ کر دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر لوگوں سے ملاقات کے لیے بیٹھے اس مجلس میں منافقین نے آ آ کر اپنے عذرات کی لمبی چوڑی قسمیں کھا کر پیش کرنے شروع کیے۔ یہ ۸۵ سے زیادہ آدمی تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ایک کی بناوٹی باتیں سنیں ان کے ظاہری عذرات کو قبول کر لیا اور ان کے باطن کو خدا پر چھوڑ دیا اور فرمایا خدا تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔ پھر میری باری آئی میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپؐ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا تشریف لایئے آپ کو کس چیز نے روکا

تھا؟ میں نے عرض کیا ''خدا کی قسم اگر میں اہل دنیا میں سے کسی کے سامنے حاضر ہوا ہوتا تو ضرور کوئی نہ کوئی بات بنا کر اس کو راضی کرنے کی کوشش کرتا۔ باتیں بنانی تو مجھے بھی آتی ہیں مگر آپ کے متعلق میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی جھوٹا عذر پیش کر کے میں نے آپ کو راضی کر لیا تو اللہ ضرور آپ کو مجھ سے پھر ناراض کر دے گا۔ البتہ سچ کہوں تو چاہے آپ ناراض کیوں نہ ہوں مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے معافی کی کوئی صورت پیدا کر دے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں ہے جسے میں پیش کر سکوں۔ میں جانے پر پوری طرح قادر تھا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا اٹھ جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تمہارے معاملے میں کوئی فیصلہ کرے۔ میں اٹھا اور اپنے قبیلے کے لوگوں میں جا بیٹھا۔

یہاں سب کے سب میرے پیچھے پڑ گئے اور مجھے بہت ملامت کی کہ تو نے کوئی عذر کیوں نہ کر دیا۔ یہ باتیں سن کر میرا نفس بھی کچھ آمادہ ہونے لگا کہ پھر حاضر ہو کر کوئی بات بنا دوں مگر جب مجھے معلوم ہوا کہ دو اور آدمیوں (مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ) نے بھی وہی سچی بات کہی ہے جو میں نے کہی تھی اور مجھے تسکین ہو گئی اور میں اپنی سچائی پر جما رہا۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم دے دیا کہ ہم تینوں آدمیوں سے کوئی بات نہ کرے۔ دونوں تو گھر بیٹھ گئے مگر میں نکلتا تھا۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا۔ بازاروں میں چلتا پھرتا تھا اور کوئی مجھ سے بات نہ کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سرزمین بالکل بدل گئی ہے۔ میں یہاں اجنبی ہوں اور اس بستی میں کوئی بھی میرا واقف کار نہیں ہے۔ مسجد میں نماز کے لیے جاتا حسب معمول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا اور بس انتظار ہی کرتا رہ جاتا تھا کہ جواب کے لیے آپؐ کے

ہونٹ جنبش کریں۔ نماز میں نظریں چرا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تھا کہ آپ ؐ کی نگاہیں مجھ پر کیسی پڑتی ہیں مگر وہاں یہ حال تھا کہ جب تک میں نماز پڑھتا آپ ؐ میری طرف دیکھتے رہتے اور جہاں میں نے سلام پھیرا کہ آپ ؐ نے میری طرف سے نظر ہٹالی۔

ایک روز میں گھبرا کر اپنے چچا زاد بھائی اور بچپن کے دوست ابو قتادہؓ کے پاس گیا وران کے باغ کی دیوار پر چڑھ کر انھیں سلام کیا مگر اس اللہ کے بندے نے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ میں نے کہا ابو قتادہؓ میں تم کو خداوند کریم کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتا؟

وہ خاموش رہے میں نے پھر پوچھا وہ پھر خاموش رہے تیسری مرتبہ جب میں نے قسم دے کر یہی سوال کیا تو انھوں نے بس اتنا کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔

اس پر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور میں دیوار سے اتر آیا۔ انہی دنوں میں ایک مرتبہ بازار سے گزر رہا تھا کہ شام کے قبطیوں میں سے ایک شخص مجھے ملا اور اس نے شاہ غسان کا خط حریر میں لپٹا ہوا مجھے دیا۔ میں نے کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ:

”ہم نے سنا ہے تمھارے صاحب نے تم پر ستم توڑ رکھا ہے۔ تم کوئی ذلیل آدمی نہیں ہو نہ اس لائق ہو کہ تمہیں ضائع کیا جائے ہمارے پاس آ جاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے“۔

میں نے کہا یہ ایک اور بلا نازل ہوئی اور اسی وقت اس خط کو چولہے میں جھونک دیا۔ چالیس دن اسی حالت پر گزر چکے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آدمی حکم لے کر آیا کہ اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا طلاق دے دوں؟ جواب ملا کہ نہیں بس الگ رہو۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے

میکے چلی جاؤ اور انتظار کرو یہاں تک کہ اس معاملے میں اللہ فیصلہ کردے۔ پچاسویں دن صبح کی نماز کے بعد میں اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور جان سے بیزار ہو رہا تھا کہ یکایک کسی شخص نے پکار کر کہا۔

''مبارک ہو کعب بن مالکؓ''

میں یہ سنتے ہی سجدے میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ میری معافی کا حکم ہو گیا ہے۔ پھر تو لوگ فوج در فوج بھاگے چلے آرہے تھے اور ہر ایک دوسرے سے پہلے پہنچ کر مجھ کو مبارک باد دے رہا تھا کہ تیری توبہ قبول ہو گئی۔ میں اٹھا اور سیدھا مسجد نبوی کی طرف چلا دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا میں نے سلام عرض کیا تو فرمایا:

تجھے مبارک ہو یہ دن تیری زندگی میں سب سے بہتر ہے۔

میں نے پوچھا یہ معافی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟

فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور یہ آیات سنائیں۔

(سورۃ توبہ آیات نمبر ۱۱۷/۱۱۸) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری توبہ میں یہ شامل ہے کہ میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں صدقہ کردوں۔ فرمایا'' کچھ رہنے دو کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے''۔

میں نے ارشاد کے مطابق اپنا خیبر کا حصہ رکھا باقی سب صدقہ کردیا۔ پھر میں نے خدا سے عہد کیا کہ جس راست گفتاری کے صلے میں اللہ نے مجھے معافی دی ہے اس پر تمام عمر قائم رہوں گا۔ چنانچہ آج تک میں نے کوئی بات جان بوجھ کر خلاف واقعہ نہیں کہی۔ اور اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی مجھے اس سے بچائے گا۔

☆☆☆

سچا خواب

بیرسٹر کے ایل گابا ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے ان کے والد ہرکشن لال گابا ڈپٹی کمشنر ملتان کے دفتر میں کلرک تھے مگر دیکھتے ہی دیکھتے اتنی ترقی کی کہ حکومت پنجاب کے وزیر تعلیم بن گئے۔

وہ کروڑ پتی سرمایہ دار تھے اور ان کا دل اور دستر خوان وسیع تھا۔ آخری زمانہ میں انگریز حکمرانوں کے زیر عتاب آئے اور نہایت کس مپرسی کی حالت میں جان دے دی۔ وسیع جائیداد کوڑیوں کے مول نیلام کر دی گئی۔

کے ایل گابا ان کے بیٹے نے ۱۹۳۲ء میں اسلام قبول کیا اور ان کا نام کنھیا لال گابا کی بجائے خالد لطیف گابا رکھ دیا گیا یعنی دستخط اب بھی K.L.Guaba ہی رہے۔

ان کے اسلام قبول کرنے پر ہندوستان میں زلزلہ آ گیا اور ان کو دوبارہ ہندو بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا گیا مگر وہ اپنے آخری وقت تک اسلام پر قائم رہے۔

قبول اسلام کے بعد آپ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی جس کا نام PROPHET OF THE DESERT (پیغمبر صحرا) ہے۔ اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

گابا نے اپنی خودنوشت Friends and Foes میں حسب ذیل واقعہ رقم کیا ہے۔ پنجاب ہائیکورٹ کے چیف جسٹس سر ڈگلس ینگ (یہ وہی ینگ ہے جس نے بوڑھے لالہ ہرکرشن لال گابا پر ظلم ڈھائے تھے) کسی بات پر مجھ سے ناراض ہو گئے اور اک جھوٹے مقدمے میں ملوث کر کے مجھے پابند سلاسل کر دیا۔ ضمانت پر رہائی کے لیے انگریز ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج لاہور نے ڈیڑھ لاکھ زر ضمانت مقرر

کیا۔

روزنامہ ''زمیندار'' اور ''احسان'' نے مسلمانان ہند سے بار بار اپیل کی کہ اس نو مسلم کو قید سے رہائی دلوائی جائے مگر پورے ہندوستان میں ایک مسلمان بھی اتنی رقم بطور ضمانت پیش نہ کر سکا جس کی وجہ سے مجھے چند مہینے جیل میں گزارنے پڑے۔

اسی اثنا میں سیالکوٹ کے ایک ٹھیکیدار الحاج ملک سردار علی کو خلاصہ کائنات نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے حکم فرمایا: ''سردار علی اٹھو اور صبح لاہور جا کر ایک نو مسلم قیدی کی ضمانت دے آؤ اور اسے جیل سے نجات دلاؤ۔ اس میں کوتاہی ہرگز نہ کرنا۔ اس نے میرے متعلق ایک کتاب پیغمبر صحرا لکھی ہے جو مجھے بہت پسند ہے''۔

ملک سردار علی اس زیارت بابرکت سے بیحد مسرور ہوئے۔ صبح کاغذات کی تصدیق کے لیے عدالت میں پہنچے مگر ہندو ڈپٹی کمشنر مسٹر چندرا آئی ایس ایس نے آپ کو ڈرایا دھمکایا اور کہا کہ گابا بھاگ جائے گا اور رقم ضبط ہو جائے گی تم ضمانت نہ دو۔

ملک صاحب نے جواب دیا کہ جس بزرگ و برتر ہستی نے مجھے اس کام کے لیے حکم فرمایا ہے اس پر اگر میری جان بھی قربان ہو جائے تو مقام مسرت ہوگا۔ ڈیڑھ لاکھ روپے کیا چیز ہے میں نہیں جانتا کہ خالد لطیف گابا کون شخص ہے میں نے اس کو کبھی دیکھا ہی نہیں مجھے تو خواب میں اس کا نام بتایا گیا ہے۔

ہندو ڈپٹی کمشنر نے کاغذات کی تصدیق نہ کی مجبوراً ملک صاحب نے دو تین دوستوں سے ڈیڑھ لاکھ روپے نقد جمع کیے اور لاہور آ کر انگریز سیشن جج کی عدالت میں ضمانت پیش کر کے مجھے رہائی دلائی''۔

گابا صاحب قیام پاکستان کے بعد بمبئی چلے گئے بھٹو دور میں گابا صاحب بمبئی جاتے ہوئے بذریعہ ہوائی جہاز لاہور سے گزرے تو چاہا کہ سیالکوٹ جا کر ملک

صاحب سے ملاقات کریں مگر ارباب اختیار نے اس کی اجازت نہ دی کیونکہ جہاز بہت جلد روانہ ہونے والا تھا۔

☆☆☆

حضرت مالک بن دینارؒ کی توبہ

آپؒ مشہور اہل اللہ میں سے تھے۔ ابتدا میں آپ فوجی ملازم تھے اور کثرت سے شراب پیا کرتے تھے۔ آپ کی توبہ کا واقعہ بڑا سبق آموز ہے۔ جسے ایک شخص کے دریافت کرنے پر آپ نے خود ہی بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

میری ایک نہایت حسین وجمیل لونڈی تھی۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی وہ بھی ماں کی طرح ہی حسین تھی۔ میں اس لڑکی سے بے حد محبت کرتا تھا اس کی حالت یہ تھی کہ وہ میری گود میں ہوتی اور میں شراب کا گلاس منہ سے لگانا چاہتا تو وہ گلاس چھین کر شراب میرے کپڑوں پر انڈیل دیتی لیکن میں فرط محبت سے اسے ڈانٹ ڈپٹ نہ کرتا۔ وہ لڑکی دو برس کی ہوئی تو اس کا انتقال ہو گیا۔ مجھے اس کے مرنے کا بڑا غم ہوا۔ ماہ شعبان کی پندرھویں شب تھی۔ میں اس مبارک رات میں بھی شراب پیے بغیر نہ رہ سکا اور عشا کی نماز پڑھے بغیر ہی سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف بھاگے جا رہے ہیں۔ انھیں میں میں بھی ہوں مجھے اپنے پیچھے کسی چیز کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک خوفناک اژدھا میرا پیچھا کر رہا ہے۔ میں گھبرا کر بھاگا اس نے بھی تیزی سے میرا تعاقب کیا۔ سامنے سے ایک بوڑھے میاں نظر آئے جو نہایت نفیس اور معطر لباس پہنے ہوئے تھے۔

میں نے ان کو سلام کیا انھوں نے جواب دیا میں نے ان سے کہا ''اس اژدھے سے مجھے بچائیے''۔

انہوں نے جواب دیا میں نہایت ضعیف آدمی ہوں میں تم کو ایسے قوی اژدھے سے کیسے بچا سکتا ہوں؟ تم اسی طرح بھاگے چلے جاؤ شاید آگے کوئی نجات کی صورت پیدا ہو جائے۔ بھاگتے بھاگتے مجھے ایک ٹیلا ملا اور میں اس پر چڑھ گیا۔

اس پر چڑھ کر کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے دوزخ اپنی انتہائی ہولناکی کے ساتھ بھڑک رہی ہے لیکن مجھ پر اژدھا کا ایسا خوف طاری تھا کہ میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا اور قریب تھا کہ میں دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑوں ناگاہ ایک زور کی آواز میرے کانوں میں پڑی کہ پیچھے ہٹ تو دوزخیوں میں نہیں ہے۔

یہ آواز سن کر میں پیچھے پلٹا اب بھی میرے تعاقب میں تھا۔ راستہ میں پھر بڑے میاں ملے میں نے پھر ان سے مدد کی درخواست کی انھوں نے پھر وہی جواب دیا جو پہلے دے چکے تھے اور فرمایا سامنے دوسری پہاڑی ہے اس پر چڑھ جاؤ شاید وہاں تم کو پناہ مل جائے۔ میں اس پہاڑی پر چڑھ گیا اژدھا یہاں بھی میرے تعاقب میں تھا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ یک گول پہاڑ ہے اس مین بہت سی کھڑکیاں ہیں ان کے کواڑ سونے کے ہیں جن پر یاقوت اور موتی جڑے ہوئے ہیں میں پر چڑھنے لگا تو فرشتوں نے آواز دی کی کھڑکیوں کے کواڑ کھول اور باہر نکل آؤ شاید تم میں کوئی ایسا ہو جو اس مصیبت زدہ کی مدد کر سکے۔

اس آواز کے ساتھ ہی کواڑ کھل گئے جو کھڑکیوں میں سے چاند کی سی صورت کے حسین و جمیل بچے نکل آئے۔ اب وہ اژدھا میرے اس قدر قریب آ گیا کہ بس مجھے پکڑ ہی لے گا۔

بچوں نے دوسرے بچوں کو آواز دی کہ نکلو اور اس شخص کو اژدھے سے بچاؤ۔ اس آواز پر گروہ کے گروہ بچے نکل پڑے جن میں میری بچی بھی تھی وہ مجھے دیکھتے ہی بے اختیار میری طرف دوڑی اور میرے ابا میرے ابا کہتے ہوئے میرے پاس آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے اسے گود میں اٹھا لیا اس نے اپنا دایاں ہاتھ اژدھا کی طرف بڑھایا وہ بھاگ گیا اور بایاں میری ڈاڑھی پر پھیرتے ہوئے کہا:

ابا جان! کیا اہل ایمان کے لیے یہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھل جائیں اور اس کی طرف سے نازل ہوئے کلال حق کے سامنے جھک جائیں"۔

اس کی تنبیہ سن کر میں رونے لگا۔

میں نے پوچھا بیٹی وہ اژدھا کیسا تھا جو میرے پیچھے پڑا ہوا تھا؟ بچی نے جواب دیا وہ آپ کے برے اعمال تھے جو اژدھے کی صورت اختیار کر کے آپ کو جہنم میں ڈال دینا چاہتے تھے۔

میں نے پوچھا وہ بوڑھے بزرگ کون تھے؟ لڑکی نے کہا کہ وہ آپ کے نیک اعمال تھے جو اتنے کمزور تھے کہ آپ کو اژدھے سے نہ بچا سکتے تھے۔ یہ بھی غنیمت سمجھیے کہ انھوں نے آپ کو نجات کا راستہ بنا دیا۔

یہی خواب میری توبہ کا باعث بنا میں نے بیدار ہوتے ہی اپنی بداعمالیوں سے ہمیشہ کے لیے توبہ کر لی۔

☆☆☆

غنا

ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے غلام کو بلند آواز سے پکارا مگر وہ خاموش رہا پھر آواز دی گئی مگر اس بار بھی غلام نے جواب میں خاموشی اختیار کیے رکھی ۔تیسری بار پکارا گیا تو غلام نے پھر بھی جواب نہ دیا۔ اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود اٹھ کر غلام کے پاس گئے تو آپ نے دیکھا کہ وہ بڑے اطمینان سے لیٹا ہوا ہے آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا:

کیا تجھے میری آواز سنائی نہیں دیتی؟

اس نے کہا میرے آقا مجھے آپ کی آواز آئی تھی آپ نے فرمایا

"تو پھر خاموش کیوں رہا؟"

وہ بولا میں مطمئن تھا کہ آپ مجھے کوئی سزا نہیں دیں گے اس لیے میں کاہل ہو گیا ہوں"۔

آپ نے اس کا یہ جواب سن کر فرمایا:

"جا میں تجھے اللہ کے واسطے آزاد کرتا ہوں"۔

☆☆☆

جب برائیاں نیکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں

ابن جریر اور طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں مسجد نبوی میں عشا کی نماز پڑھ کر پلٹا تو دیکھا کہ ایک عورت میرے دروازے پر کھڑی ہے۔ میں اس کو سلام کر کے اپنے حجرے میں چلا گیا اور دروازہ بند کر کے نوافل پڑھنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد اسنے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور پوچھا کیا چاہتی ہے۔ وہ کہنے لگی میں آپ سے سوال کرنے آئی ہوں مجھ سے زنا کا ارتکاب ہوا ہے۔ ناجائز حمل ہوا۔ بچہ پیدا ہوا تو میں نے اسے مار ڈالا اب یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ میرا گناہ معاف ہونے کی بھی کوئی صورت ہے؟

میں نے کہا ہرگز نہیں۔ وہ بڑی حسرت کے ساتھ آہیں بھرتی ہوئی واپس چلی آئی اور کہنے لگی ''افسوس یہ حسن آگ کے کے لیے پیدا ہوا تھا''۔

صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ کر جب میں فارغ ہوا تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کا قصہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا بڑا غلط جواب دیا۔ ابو ہریرہ تم یہ آیت قرآن میں نہیں پڑھی:

ترجمہ: جو اللہ کے سوا کسی اور کو معبو نہیں پکارتے اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتا اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں یہ کام جو کوئی کرے وہ اپنے گناہوں کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے روز اس کو مکرر عذاب دیا جائے گا اور اس میں وہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔

الا یہ کوئی (ان گناہوں کے بعد توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور و رحیم ہے''۔

(الفرقان: ۶۸ ۔ ۷۰) القرآن الکریم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب سن کر میں نکلا اور اس عورت کو تلاش کرنا

شروع کر دیا۔ رات کو عشاء ہی کے وقت وہ ملی۔ میں نے اسے بشارت دی اور بتایا کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے سوال کا یہ جواب دیا ہے۔

وہ سنتے ہی سجدہ میں گر گئی اور کہنے لگی شکر ہے اس خدائے پاک کا جس نے تیرے لیے معافی کا دروازہ کھولا پھر اس نے گناہ سے توبہ کر لی۔ اور اپنی لونڈی کو اس کے بیٹے سمیت آزاد کر دیا۔

☆☆☆

دینی جلالت اور درست فیصلہ

ایک بار عراق کے ایک بوڑھے نصرانی نے ہارون الرشید کے خلاف دعویٰ دائر کیا کہ فلاں باغ میرا ہے جس پر خلیفہ نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔ اتفاق سے یہ مقدمہ اسی دن پیش ہوا جب ہارون الرشید مقدمات کے فیصلے کر رہا تھا اور امام ابو یوسف (جو قاضی القضاہ تھے) فریقین کے بیانات اور ان کے دعوے ہارون الرشید کے سامنے پیش کر رہے تھے جب اس مقدمہ کی باری آئی تو انھوں نے خلیفہ کے سامنے اس کو پیش کیا اور کہا:

آپ کے اوپر دعویٰ ہے کہ آپ نے مدعی کے باغ پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے۔ مدعی یہاں موجود ہے حکم ہو تو حاضر کیا جائے''۔

بوڑھا نصرانی سامنے آیا تو امام صاحب نے پوچھا تمہارا دعویٰ کیا ہے؟ اسنے کہا میرے باغ پر امیر المومنین نے قبضہ کر لیا ہے جس کے خلاف دادرسی چاہتا ہوں۔

امام صاحب نے ہارون الرشید سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ اس مقدمے کے جواب میں کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

ہارون نے کہا میرے قبضہ میں اس شخص کی کوئی چیز نہیں ہے نہ خود باغ ہی میں اس کا کوئی حق ہے۔ امام صاحب نے مدعی سے اس کے دعویٰ کے ثبوت کے لیے دلیل طلب کی۔

اس نے کہا امیر المومنین سے قسم لی جائے۔ ہارون نے قسم کھا کر کہا کہ یہ باغ میرے والد نے مجھے دیا تھا میں اس کا مالک ہوں۔ بوڑھے نے یہ سنا تو غصے سے بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا کہ جس طرح کوئی شخص ستو گھول کر آسانی سے پی جائے اسی طرح اس شخص نے آسانی سے قسم کھالی۔

ایک معمولی آدمی کی زبان سے یہ ہتک آمیز الفاظ سن کا ہارون کا چہرہ غصہ سے تمتما

اٹھا لیکن امام ابو یوسفؒ کی دینی جلالت کے باعث وہ آپ کے عادلانہ فیصلے کے خلاف چوں بھی نہ کر سکا لیکن آپ اس کے بعد بھی جب اس واقعہ کو یاد کرتے تو آخرت کی باز پرس سے کانپ اٹھتے اور کہتے:

''میں اپنے اندر سخت غم واندوہ اور اذیت محسوس کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ میں نے انصاف میں جو کوتاہی کی ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کا کیا جواب دوں گا''۔

لوگوں نے پوچھا آپ نے انصاف میں کیا کوتاہی کی ہے؟ اور آپ اس سے زیادہ کر بھی کیا سکتے تھے کہ ایک معمولی کسان کے مقابلے میں وقت کے سب سے بڑے بادشاہ کو قسم کھانے پر مجبور کر دیا۔

فرمایا: تم نہیں جانتے کہ مجھے کس خیال سے تکلیف اور کوفت اس بات کی ہے کہ میں نے ہارون سے یہ نہ کہہ دیا کہ آپ کرسی سے اتر جائیے اور جہاں آپ کا فریق کھڑا ہے وہاں ایک فریق کی حیثیت سے آپ بھی کھڑے ہو جائیے یا پھر اجازت دیجیے کہ اس کے لیے بھی کرسی لائی جائے۔

☆☆☆

بادشاہ کو نصیحت

ایک بار خلیفہ منصور نے حضرت امام اوزاعیؒ کو دربار میں بلا بھیجا۔ راستے کی دوری کی وجہ سے آپ دیر میں پہنچے۔ خلیفہ نے کہا کہ آپ نے دیر کی ہے میں کب سے آپ کا منتظر ہوں۔ آپ نے پوچھا کس لیے یاد کیا؟ کہا کچھ نصیحت کی باتیں سننا چاہتا ہوں فرمایا: میں تیار ہوں بشرطیکہ جو میں کہوں اسے آپ بھول نہ جانا۔ اس نے کہا جب میں نے خود ہی آپ کو اس کے لیے تکلیف دی ہے تو آپ کے ارشادات کو کیسے بھول سکتا ہوں؟

آپ نے فرمایا آپ اسے تو سن تو لیں گے مگر اس پر عمل نہ کریں گے۔ منصور کے حاجب ربیع کو آپ کا یہ انداز گفتگو نا زیبا معلوم ہوا تو اس نے تنبیہ کرنی چاہی۔

منصور نے اسے روک دیا کہا یہ درس وموعظت کی مجلس ہے دربار شاہی نہیں ہے۔

جب امام اوزاعیؒ کو یہ یقین ہو گیا کہ اس وقت منصور میں جذبہ نصیحت پذیری موجود ہے تو آپ نے عبرت و نصیحت سے بھرپور ایک طویل تقریر کی جس کا اک ایک لفظ خدا کے خوف' اندیشہ آخرت اور تذکیر و ترہیب کے اثر میں ڈوبا ہوا تھا آپ نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندے کو خدا کے دین کی کوئی بات معلوم ہوتی ہے اور وہ اس کو قبول کر کے اس کی قدر کرتا ہے تو وہ اس کے لیے قدر کی ایک نعمت ثابت ہوتی ہے اور اگر وہ اُسے ٹھکرا دیتا ہے اور اس کی ناقدری کرتا ہے تو وہ اس کے اوپر ایک حجت ہو جاتی ہ اور وہ اس طرح اپنے گناہوں میں اضافہ کر لیتا ہے اور اپنے آپ کو خدا کے مزید غضب کا مزید سزاوار بنا لیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو حاکم رعیت پر ظلم و زیادتی کرتا ہے اور خود آرام کی نیند سوتا ہے اس پر خداوند کریم جنت حرام کر دے گا۔

اس کے بعد ایک طویل خطبہ دیا جو پندو نصیحت سے بھرپور تھا۔ بادشاہ پر اس کا بہت اثر ہوا اور اس پر رقت طاری ہو گئی۔

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆☆☆

ایفائے وعدہ

حارث بن عباد اور عدی بن ربیعہ کے مابین سخت دشمنی تھی۔ حارث دن رات اسی فکر میں سرگرداں رہتا تھا کہ کسی طرح عدی کو پکڑ کر اس سے انتقام لے۔ ایک بار میدان جنگ میں دونوں کا ٹکراؤ ہو گیا۔ حارث نے عدی کو مغلوب کر لیا وہ اس کی صورت سے آشنا نہیں تھا کہ یہی شخص عدی بن ربیع ہے عدی کو گرفتار کر کے حارث نے پوچھا:

''کیا تم بتاؤ گے کہ عدی بن ربیعہ کہاں ہے؟'' عدی جو خود گرفتار تھا بولا'' میں تمہیں عدی کے بارے میں بتا سکتا ہوں لیکن ایک وعدہ کے ساتھ جو یہ ہے کہ میں جوں ہی عدی کا پتہ بتاؤں گا تم مجھے فوراً رہا کر دو گے اور پھر نہ پکڑو گے''۔

حارث نے جواب میں کہا'' مجھے شرط منظور ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں''۔

عدی بولا'' میرا نام عدی بن ربیعہ ہے اور میں وہی آدمی ہوں جس کی تمہیں تلاش تھی''۔

یہ سن کر حارث نے اسے اسی وقت رہا کر دیا اور پھر کبھی اس کی گرفتاری کا خیال تک نہ کیا''۔

☆☆☆

قدید سے کنگن تک

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کافی پہلے اندازہ تھا کہ اللہ رب العزت اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جلد ہی ہجرت کی اجازت دینے والا ہے۔اس لیے انہوں نے دو اونٹنیاں خرید کر انہیں خوب کھلایا پلایا اور لمبے سفر کے لیے تیار کر لیا تھا۔ مکہ سے مدینہ تقریباً پونے تین سو میل شمال مغرب میں واقع ہے۔انھوں نے ایک کافر عبداللہ بن اریقط کو اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ وہ اس سفر میں انھیں راستہ بتانے کے لیے تیار رہے۔

انہیں اس شخص پر بہت اعتماد تھا کہ یہ کافر ہونے کے باوجود راز فاش نہیں کرے گا اور واقعی اس نے راز فاش نہ کیا اس سے مزدوری طے کی گئی تھی چنانچہ ۲۷ صفر بروز جمعرات جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک کا ۵۴ واں سال شروع ہو رہا تھا ۔آپ رات کی تاریکی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ مکہ سے نکل کر جنوب میں واقع غار ثور میں پہنچ گئے۔ یہ جگہ مکہ سے تقریباً چھ میل دور تھی۔

مکہ کو چھوڑتے وقت آپ کو بہت دکھ ہوا۔اور آپؐ نے حزورہ کے مقام پر پہنچ کر بیت اللہ کی طرف رخ مبارک کیا اور ارشاد فرمایا:

”اے مکہ! خدا کی قسم تو مجھے اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ کو بھی اپنی زمین میں تو ہی سب سے بڑھ کر محبوب ہے“۔

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانا تو مدینہ چاہتے تھے جو مکہ کے شمال مغرب میں ہے لیکن آپؐ نے ہجرت کے سفر کا آغاز اسکی مخالف سمت یعنی جنوب کی طرف جانے سے کیا۔اس میں مصلحت یہ تھی کہ دن کو کفار آپ کو شمال مغرب والی شاہراہ پر تلاش کریں گے اور جنوب کی طرف ان کا خیال تک نہ جائے گا اس طرح آپؐ محفوظ رہیں گے اور یہی ہوا۔ دوسرے اور تیسرے دن کفار نے

آپ کی تلاش میں مکہ سے مدینہ جانے والی شاہراہ کا چپہ چپہ چھان مارا۔ کیونکہ قریش نے آپ کی گرفتاری کے لیے سو اونٹ کا انعام رکھا تھا۔

تین دن غار ثور میں گزارنے کے بعد آپؐ نے مدینہ کی طرف روانگی کا ارادہ فرمایا ۔ چنانچہ یکم ربیع الاول (۱۴ ستمبر ۶۲۲ء) دوشنبہ یعنی پیر کے دن ہدایات کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے حضرت عبداللہ اور عبداللہ بن اریقط دو اونٹنیوں سمیت علی الصبح جبل ثور کے پاس حاضر ہو گئے اور یہ مختصر سا قافلہ اس طرح روانہ ہوا کہ اونٹنی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور دوسری اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہؓ اور عبداللہ بن اریقط بیٹھے و رمکہ سے مدینہ جانے والی شاہراہ پر سفر شروع کر دیا جو سمندر کے ساتھ ساتھ بہت دشوار گزار منزلوں والی تھی۔

دوسرے دن آپ تپتی ہوئی ریت کے بڑے علاقے سے گزرے جہاں ایک چٹان کی اوٹ میں کچھ دیر آرام بھی فرمایا۔

راستے میں ایک جگہ بنی مدلج کا علاقہ تھا جس کا سردار سراقہ بن مالک بن جعشم کنانی اس وقت اپنی چوپال میں بڑی شان و شوکت سے موجود اپنے دوستوں میں ہنسی خوشی کی باتیں کر رہا تھا کہ ایک شخص نے اندر آ کر کہا ”یا شیخ میں نے ابھی ساحل کے ساتھ ساتھ کچھ لوگ اونٹنیوں پر سوار دیکھے ہیں وہ بڑی تیزی سے جا رہے ہیں میرا خیال ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں۔

سراقہ یہ سن کر دل ہی دل میں بہت خوش ہوا کہ ان کے گرفتار کر لینے پر سو اونٹوں کا انعام حاصل کرنے کا موقع اب آ گیا ہے لیکن اس نے اپنا ارادہ ظاہر نہ ہونے دیا بلکہ بولا

”وہ یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی نہیں ہیں وہ تو فلاں فلاں آدمی ہیں جو تھوڑی دیر پہلے ہمارے سامنے سے گزرے ہیں“۔

یہ کہہ کر سراقہ تھوڑی دیر تک وہاں بیٹھا لیکن اُسے سخت بے چینی تھی کہ شکار ہاتھ سے نکل نہ جائے اس لیے وہ اٹھا اور یہ کہہ کر باہر نکل گیا کہ میں ابھی واپس آرہا ہوں۔اس کے بعد وہ سیدھا اپنے گھر گیا اور جاتے ہی اپنی لونڈی سے بولا:

''تیر کش اور کمان جلدی لاؤ اور میرا گھوڑا ابھی ان کو لے کر ٹیلے کی اوٹ میں کھڑی رہو میں ابھی آرہا ہوں''۔

وہ پہلے باہر نکلا اور چوپال میں گیا اور وہاں سے پھر واپس آکر اس ٹیلے کے پاس پہنچا جہاں لونڈی اس کی منتظر تھی۔اس نے اپنا ترکش کندھے سے لٹکایا تلوار دوسرے کندھے سے لٹکائی نیزہ سنبھالا سر پر خرد پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر یہ جا وہ جا نظروں سے غائب ہوگیا۔

اسے ساحل سمندر سے ذرا ہٹ کر جانے والے راستے پر دو اونٹ نظر آئے جن پر کچھ آدمی بیٹھے ہوئے تھے اس نے سمجھ لیا کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کی گرفتاری پر قریش مکہ نے سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کیا ہے اپنے شکار کو یوں سامنے دیکھ کر اس کے چہرے پر مسرت کی لہریں دوڑ گئیں اراس نے فال کا تیر نکال کر دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ کامیاب نہیں ہو گا لیکن اس پر انعام کی دھن سوار تھی۔اس نے سوچا یہ فال غلط ہے۔میرا شکار سامنے ہے وہ سب نہتے ہیں جبکہ میرے پاس سب ہتھیار موجود ہیں میں یقیناً ان پر قابو پالوں گا۔یہ سوچ کر اس نے گھوڑے کو ایڑھ لگادی اور وہ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔

آپ قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے کسی طرف بھی مڑ کر نہ دیکھتے تھے البتہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بڑے چوکس تھے اور چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔انھوں نے سراقہ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ لیا تھا لیکن ابھی اس کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا تھا۔

سراقہ اپنی دھن میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آرہا تھا لیکن محمد کریم صلی

اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب کا تعاقب کوئی آسان بات نہ تھی وہ یکا یک گھوڑے سے گرا اور دیر کے بعد سنبھلا۔ گھوڑا سوار کے گر جانے کے بعد وہیں کھڑا ہو گیا تھا وہ تھوڑی دیر تک رکا لیکن لالچ نے اسے انجام سے اندھا کر دیا تھا اس نے پھر فال کا تیر نکالا لیکن فال اب بھی اس کے خلاف تھی تاہم اس نے فال کی پروا نہ کی اور گھوڑے کو ایڑ ھ لگائی۔

اگر چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کی اونٹنیاں بڑی تیزی سے جاری تھیں مگر سراقہ کا گھوڑا تازہ دم تھا اس لیے وہ جلد ہی ان کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب سراقہ کو اس طرح اپنے بالکل قریب دیکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعاقب والا اب بالکل قریب آ پہنچا ہے''۔

لیکن آپؐ نے نہ پیچھے مڑ کر دیکھا نہ کسی خوف گھبراہٹ کا اظہار کیا بلکہ نہایت سکون سے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی ''یا اللہ اس کے شر سے بچا''۔

جونہی یہ الفاظ آپؐ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا اور ایسی گرد اڑی جو دھوئیں کی طرح آسمان تک پھیل گئی۔ سراقہ یہ دیکھ کر دل ہی دل میں ڈر گیا۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ معاملہ ہی دوسرا ہے۔ اس نے جن کو کمزور سمجھ کر ان کا تعاقب کیا تھا ان کے حکم سے زمین نے سراقہ کے گھوڑے کو پیٹ تک نگل لیا اور وہ خوف زدہ سا ہو کر اس نے سوچا:

''اس سخت زمین میں گھوڑے کا سم تک نہیں دھنس سکتا۔ پھر اس کی ٹانگیں پیٹ تک کیسے دھنس گئیں؟ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جادوگر ہیں؟

سراقہ نے یہ سوچ کر پھر فال نکالی مگر فال اب بھی اس کے خلاف تھی اب کی دفعہ وہ انعام پانے سے مایوس ہو گیا۔ اس پر ہیبت طاری ہو گئی اور خوف کے مارے وہ بڑبڑانے لگا۔

اوہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

یہ ناقابل تسخیر ہیں۔

سراقہ اپنے گھوڑے پر بیٹھا ہوا پریشان حال سوچ میں غرق تھا کہ اس کا گھوڑا زمین سے کیسے اور کیونکر باہر آئے گا؟ اس کو یقین ہو گیا کہ وہ ان مسافروں پر قابو نہیں پا سکتا اس لیے اس نے پکار کر کہا:

''میں سراقہ بن مالک بن جعشم ہوں۔ آپؐ سے امان (حفاظت) چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی بات کہنے کا موقع دیں۔ خدا کی قسم میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور نہ کوئی ایسی حرکت کروں گا جو آپ کو ناگوار گزرے''۔

محبوب خدا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی۔ اونٹنیوں کو روکا اور اس کی طرف دیکھا اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے اس کا گھوڑا زمین کی گرفت سے آزاد ہوا اور سراقہ ان کے بالکل قریب آ گیا۔ اس نے جب آپ کا روشن روئے مبارک دیکھا تو نبوت کے جلال سے لرز اٹھا اور عرض کیا:

آپ کی قوم نے آپ کی گرفتاری کے لیے سو اونٹ دینے کا اعلان کر کے بے شمار لوگوں کو مہم جو بنا دیا ہے میں بھی اسی لالچ کی وجہ سے آپؐ کے تعاقب میں نکلا تھا اور بے شمار لوگ اسی دھن میں شاہراہ مکہ کا چپہ چپہ سونگھتے پھر رہے ہیں''۔

یہ کہہ کر اس نے راستے کے لیے ضروریات اور سامان کی پیش کش کی لیکن آپؐ نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے تم صرف یہ کام کرو کہ کسی کو ہماری اطلاع نہ ہونے پائے''۔

سراقہ نے جواباً عرض کیا ''آپ مطمئن رہیں میں اب ہر تعاقب کرنے والے کو پیچھے ہی روکتا رہوں گا''۔ یہ سن کر آپؐ کے چہرہ مبارک پر خوشی کی لہریں پھیل گئیں اور سراقہ نے موقع غنیمت جان کر عرض کیا:

''سرکار مجھے ایک امان نامہ لکھ دیجیے''۔

آپؐ نے اس کی درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے حضرت عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ امان نامہ لکھ دیا جائے۔ انھوں نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر امان نامہ کی تحریر لکھ کر سراقہ کے حوالے کر دی۔ سراقہ نے اسے نہایت حفاظت سے اپنی جیب میں ڈالا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے نبیؐ مجھے حکم دیجیے جو کچھ آپ چاہیں''۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''بس اپنی جگہ پر ٹھہرو اور کسی کو ہم تک نہ پہنچنے دو''۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے سراقہ دشمن جان بن کر آیا اور اب پاسبان بن کر واپس جا رہا تھا۔ اسنے واپس جانے کے لیے قدم اٹھایا تا کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو سکے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''سراقہ اس وقت تمہاری شان کیا ہو گی جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے؟''

سراقہ حیرت زدہ سا رہ گیا اور ایک دم بجلی کی مانند اس کے ذہن میں ایک خیال کوند گیا۔ اوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جا رہے ہیں پھر میں ان کی یہ بات کیسے مان لوں؟ اس نے حیرت سے پوچھا:

''کسریٰ بن پرویز شہنشاہ ایران کے کنگن؟''

آپؐ نے فرمایا:

''ہاں! کسریٰ شہنشاہ ایران کے کنگن''۔

سراقہ نے انتہائی حیرت سے عرض کیا۔

''سرکار! یہ کنگن میں پہنوں گا؟''

آپؐ نے فرمایا:

''اور کون؟''

یہ کنگن پہنانے کا اعلان آپ نے اس وقت کیا تھا جبکہ اس ریگستان میں ان کے

پاس قرض پر خریدی ہوئی ایک اونٹنی کے سوا اور کچھ نہ تھا جبکہ وہ خود دشمنوں سے تنگ آ کر مکہ چھوڑ کر جا رہے تھے اور جبکہ انھوں نے تعاقب کرنے والوں سے بچنے کے لیے دشوار گزار راستہ اختیار کیا تھا۔ جس کے متعلق بہت سے لوگ کچھ بھی نہ جانتے تھے۔

سراقہ واپس چلا گیا اسے جو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں جاتا ہوا ملتا اُسے نہایت اعتماد سے کہتا:

''تم واپس چلے جاؤ میں نے اطمینان کر لیا ہے کہ وہ ادھر نہیں ہیں اور تم لوگ جانتے ہو کہ میں کیسی نظر رکھتا ہوں اور سراغ رسانی کا کتنا ماہر ہوں''۔

اس واقعہ کے تقریباً آٹھ سال گزرنے کے بعد کا ذکر کرتے ہوئے سراقہؓ کہتے ہیں میں نے یہ تحریر اپنے پاس محفوظ رکھی اور آٹھ سال بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین اور طائف کے معرکوں سے پلٹ کر جعرانہ میں ٹھہرے ہوئے تھے تو میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تحریر پیش کر کے عرض کیا:

''میں سراقہ بن جعشم ہوں اور یہ آپ کی دی ہوئی تحریر ہے''۔ آپؐ نے فرمایا:

''آج وعدہ پورا کرنے کا دن ہے آج حق ادا کرنے کا دن ہے میرے قریب آ جاؤ''۔

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب گیا اور اسلام لے آیا اور آپؐ نے مجھے بہت سا انعام و اکرام دیا۔

پھر کچھ وقت گزرا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے اور آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بنے جن ان کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم مقرر ہوئے ان کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے حضرت سعد بن وقاصؓ کی سپہ سالاری میں ایران فتح کیا۔ اور مدائن کی فتح کے بعد (جو ایران کا دار الخلافہ تھا) جب ان کے پاس کسریٰ شہنشاہ ایران کے کنگن اس کا کمر

پٹہ اور تاج لایا گیا تو انھوں نے سراقہ کو بلایا اور یہ چیزیں انھیں پہنا کر کہا ہاتھ اٹھاؤ تکہ لوگ کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں دیکھیں اور جان لیں کہ میرے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی آج پوری ہوگئی اور زور سے کہو:

”تعریف اس خدا کی ہے جس نے یہ چیزیں کسریٰ سے چھین لیں جو یہ کہتا تھا کہ میں لوگوں کا رب ہوں اور انھیں یعنی مدلج کے ایک بدو سراقہ بن مالک جعشم کو پہنچا دیا گیا“۔

حضرت عمر فاروقؓ اس کے ساتھ ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے جاتے تھے۔

سبحان اللہ و بحمدہ

اللھم صل علی محمد و بارک وسلم

☆☆☆

مسلمان قاضی کا انصاف

محمد بن ابی عامر المنصور حکومت اندلس کے قاضی یعنی چیف جسٹس تھے ایک بار ان کے چھوٹے بیٹے نے حاکم شہر کا (جبکہ وہ قرطبہ کے قاضی تھے) بیٹا ہونے کے غرور میں سرشار ہو کر ایک غریب بچے کو (جو ایک یہودی کا لڑکا تھا) بید سے پیٹا۔

وہ فریادی بن کر محمد بن ابی عامر (قاضی) کے پاس آیا۔ قاضی صاحب نے فوراً اپنے بیٹے کو دربار میں طلب کیا اور فریادی کو حکم دیا کہ اس کی پیٹھ پر اتنے ہی زور سے بید کی چوٹ لگاؤ اور تعداد پوری کرو۔ حکم کی تعمیل ہوئی وہ نازوں کا پلا بچہ نازک دبلا پتلا بھلا اس مار کی تاب کہاں لاتا۔ اس کا پتہ پھٹ گیا اور اس نے وہیں بھری عدالت میں جان دے دی۔

لوگوں نے جو یہ تماشا دیکھا تو کانپ گئے۔ ظالم تو اپنی جگہ پر لرز اٹھے اور قسم کھالی کہ آئندہ کسی پر ظلم نہ کریں گے۔ قاضی صاحب گھر آئے اور تو بچے کی لاش سے چمٹ کر خوب روئے اور اللہ رب العزت سے التجا کی کہ وہ اس کے قصور کو معاف کر دے۔ وہ قاضی پہلے تھے باپ بعد میں۔ ان کے منصب کا تقاضا یہی تھا جو وہ بجا لائے ایسے انصاف میں ظلم کیسے پروان چڑھتا ہے۔

☆☆☆

راز کی باتیں

تاریخ دان حجاج بن یوسف کو ایک ظالم اور پرلے درجے کا سفاک گورنر قرار دیتے ہیں۔اسی ظالم انسان کا واقع ہے کہ اک بار وہ اپنے لشکر سے بچھڑ کر اکیلا رہ گیا اسے ایک اعرابی نظر آیا تو اس نے وقت گزاری کے لیے اس سے پوچھا:

”بھائی! تم حجاج بن یوسف کو کیسا انسان سمجھتے ہو“۔

اعرابی نے بلا تکلف کہا ”میں اسے ایک انتہائی ظالم اور سنگ دل انسان سمجھتا ہوں“۔

”اگر وہ ایسا ہے تو تمہیں خلیفہ عبدالملک بن مروان سے اس کی شکایت کرنی چاہیے“۔

اعرابی بولا: ”کس کی بات کرتے ہو بھائی وہ تو حجاج سے بھی زیادہ سفاک اور ظالم ہے سچی بات تو یہ ہے کہ خلیفہ اور اس کا گورنر دونوں اس قابل ہیں کہ ان پر خدا کی لعنت اور پھٹکار کی دعا کی جائے“۔

ابھی گفتگو یہاں تک ہی پہنچی تھی کہ حجاج کا لشکر پہنچ گیا۔اعرابی کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ وہ جس سے آزادانہ گفتگو میں محو ہے وہی حجاج بن یوسف ہے۔اعرابی نے خود پر گھبراہٹ طاری نہ ہونے دی اور بڑے اطمینان سے کہا:

”اے امیر ہم دونوں کے مابین جو راز کی باتیں ہو چکی ہیں وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا“۔

حجاج بن یوسف کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔اسنے اعرابی کو انعام دیا اور رخصت کی اجازت بھی دے دی۔

☆☆☆

شیطان کا طریقہ کار

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ کسی نے اپنے رب سے دعا کی کہ مجھے نبی آدم کے دل میں شیطانی وساوس کا طریق سکھا دے۔ اس نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی جو شیشے کی طرح ہے اندر باہر سب نظر آتا ہے اور شیطان کو دیکھا کہ وہ مینڈک کی صورت میں اس کے کاندھے اور کان کے درمیان بیٹھا ہے اس نے اپنی طویل باریک سونڈ کو کان سے اس کے دل تک داخل کیا اور وسوسے ڈالنے لگا۔ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا۔

☆☆☆

ایک عبرت انگیز واقعہ

خلیفہ مہدی عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور کا بیٹا اور مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کا باپ تھا۔ یہ بہت اچھا حکمران تھا۔ ایک مرتبہ اس کی بیوی اور دوسری خواتین شاہی محل میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ خادم نے آ کر اطلاع دی کہ ایک شریف لیکن بدحال عورت اندر آنے کی اجازت چاہتی ہے مگر نام نہیں بتاتی۔

مہدی کی بیوی خیزران نے اسے بلا لیا۔ عورت اندر آئی تو وہ پھٹے پرانے کپڑوں میں تھی لیکن چہرے پر شرافت اور اعلیٰ خاندان کی عورت ہونے کی بہار دکھائی دیتی تھی خیزران نے پوچھا ”بن تم کون ہو؟“

اس نے کہا ”میں مروان بن محمد (آخری اموی خلیفہ) کی بیوی مزنہ ہوں۔ زمانے نے مجھے اس نوبت تک پہنچا دیا ہے لیکن اب بھی ہماری شرافت کا وقار ہمیں عام لوگوں سے ملنے کی اجازت نہیں دیتا اس لیے ہم تمہارے پاس آئے ہیں کہ ہماری حالت جو بھی تمہارے پردے میں ہو“۔

مزنہ کی باتیں سن کر خیزران کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے لیکن زینب بنت علیؒ جو مہدی کی چچیری بہن تھی اور بد دماغ تھی بولی:

مزنہ تم وہ دن بھول گئیں جب ہم مروان میں تمہارے پاس ابراہیم (سفاح کے بڑے بھائی جو مروان کے زمانے میں گرفتار ہو کر قتل کیے گئے تھے) کی لاش مانگنے کے لیے گئے تھے اس وقت تم نے ڈانٹ کر نکلوا دیا تھا اور کہا تھا ”مردوں کے معاملات عورتوں کا کیا دخل“ تم سے اچھا سلوک تو مروان نے کیا تھا اور لاش ہمارے حوالے کر کے مالی سلوک بھی کرنا چاہا تھا لیکن ہم نے انکار کر دیا تھا۔

مزنہ نے کہا:

”خدا کی قسم ہماری حالت اسی کا نتیجہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم کو اس حالت کو اچھی

طرح سمجھتی ہو جب ہی تو اس سیدہ (خیزران) کو ایسے کام پر ابھار رہی ہو جس میں ہم مبتلا ہو کر اس نوبت کو پہنچ گئے ہیں۔ تم کو چاہیے تھا کہ نیکی اور بھلائی پر آمادہ کرتیں اور برائی کے بدلے میں برائی سے روکتیں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت تم کو عطا کی ہے وہ باقی اور قائم رہے۔ بہن زینب تم دیکھ رہی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی حق تلفی اور ان کے ساتھ بدسلوکی کا ہم سے بدلہ لیا ہے پھر بھی ہماری ہمدردی کرنے سے گھبراتی ہو"۔

یہ کہہ کر وہ روتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی خیزران اس کی آہ و زاری سے دل ہی دل میں بہت متاثر ہوئی لیکن زینب کی مخالفت نہ کر سکتی تھی اس لیے خاموش رہی اور ایک لونڈی کو اشارہ کر دیا کہ وہ چپکے سے کمرے میں جا کر اس کے کپڑے وغیرہ بدلوا دے ۔رات کو مہدی جب محل میں آیا تو خیزران نے سارا قصہ اس کو سنایا۔ اس نے اسی وقت لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ کمرے میں جانے کے بعد مزنہ کیا کہہ رہی تھی؟

لونڈی نے کہا وہ رو رو کر قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ رہی تھی۔ ترجمہ:

اور اللہ نے اس بستی کی مثال بیان کی جو امن وچین سے تھی اس کے پاس ہر جگہ سے فراغت سے رزق آتا تھا پس اس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ کفر کیا اس کی سزا میں اللہ نے اس کو بھوک اور خوف کا مزہ چکھایا"۔

یہ سن کر مہدی زار زار رونے لگا اور اللہ کے حضور دعا کی کہ یا الٰہی! میں زوال نعمت سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور خیزران سے کہا کہ اگر تم مزنہ کے ساتھ شرافت سے پیش نہ آتیں تو میں تم سے کبھی نہ بولتا اور زینب پر سخت ناراض ہوا اور ایک لونڈی کے ذریعے مزنہ کے پاس سلام کے بعد یہ پیغام بھیجا کہ:

"اے میرے چچا کی بیٹی اس وقت تمہاری سب بہنیں میرے پاس جمع ہیں ایسی حالت میں اگر میرا آنا تمہارے پاس تم کو غمزدہ نہ کر دیتا تو میں خود آتا"۔

مزنہ اسکا مطلب سمجھ گئی اور وہاں خود چلی آئی۔ مہدی نے اسے پاس بٹھایا اور دیر

تک اس خاندان کی تباہی پر ہمدردی سے گفتگو کرتا رہا اور کہا:

اگر میں تمہارے خاندان میں شادی کرنا پسند کرتا تو ضرور تمہارے ساتھ شادی کر لیتا لیکن ایسا نہیں کر سکتا اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھ سے پردہ کر لو اور بہنوں (عباسی خواتین) کے سات مل کر محل میں رہو جو سلوک ان کے ساتھ کیا جاتا ہے وہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے مزنہ کے آرام و راحت کا تمام سامان مہیا کر دیا وہ اس میں شاہی خاندان کی خواتین میں کوئی فرق نہ کرتا تھی حتیٰ کہ ان کے برابر اس کو جاگیر بھی دے دی اور مزنہ نے راحت اور عزت و آبرو کے ساتھ اسی محل میں پوری عمر گزار دی اور ہارون الرشید کے زمانے میں انتقال کیا۔

☆☆☆

توبہ

بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جس نے بیس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پھر بیس سال تک نافرمانی کی ۔ پھر آئینہ دیکھا تو ڈاڑھی کے بال سفید تھے اسے یہ برا محسوس ہوا کہنے لگا ”اے میرے خدا میں نے بیس سال تک تیری عبادت کی اور بیس سال تک نافرمانی کی اگر میں تیری طرف آؤں تو کیا میری توبہ قبول ہوگی ؟

اس نے کسی کہنے والے کی آواز سنی مگر اسے دیکھا نہیں ”تم نے ہم سے محبت کی ہم نے تم سے محبت کی پھر تم نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نے بھی تمہیں چھوڑ دیا ۔ تم نے ہماری نافرمانی کی اور ہم نے تمہیں مہلت دی اور اگر تم توبہ کر کے ہمارے طرف آؤ گے تو ہم تمہاری توبہ قبول کریں گے ۔

☆☆☆

جود و سخا

ایک روز ایک شخص حضرت امام حسینؓ کے پاس آیا اور عرض کیا اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اک حاجت مند آدمی ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں آج کی رات کی خوراک آپ سے چاہتا ہوں۔ حضرت امام حسینؓ نے جو غالباً اسی حالت میں مبتلا تھے اس سے فرمایا:

"بیٹھ جاؤ! میرا رزق جلد آرہا ہے آجائے تو آپ کو دیتا ہوں۔" کچھ دیر بعد ایک ہزار سرخ دینار کی پانچ تھیلیاں حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے ایک شخص لایا اس نے امیر معاویہؓ کا سلام دیتے ہوئے عرض کیا کہ عذر خواہی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سر دست اس سے کام چلائیں پھر اور بھیج دیں گے۔ حضرت حسینؓ نے وہ پانچوں تھیلیاں اس حاجت مند کو دے دیں اور معذرت کرتے ہوئے فرمایا:

"بھائی ہم اہل بلا (سخت آزمائش میں مبتلا) ہیں۔ ہم نے دنیا کی تمام خوشیاں ترک کر دی ہیں اور اپنی مرادیں اور حاجتیں کم کر دی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو اتنی دیر تک انتظار کی زحمت دی اور اس سے زیادہ نہ دے سکا۔ لاکھوں سلام ہوں آپ جیسے صاحب جود و کرم پر۔

☆☆☆

اپنا محاسبہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت داؤد طائیؒ حضرت ابومحمد جعفر بن محمد صادق بن علی رضوان اللہ علیہم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ اے رسول اللہ کے فرزند! مجھے کوئی نصیحت فرمایئے تا کہ میرے دل کی سیاہی جاتی رہے۔آپ نے فرمایا ''اے ابا سلیمان آپ تو اپنے زمانے کے یکتا زاہد ہیں آپ کو مجھ سے نصیحت حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

داؤد طائی نے کہا

''اے پیغمبر خدا کے فرزند۔آپ لوگوں کو تمام مخلوق پر فضیلت حاصل ہے آپ کا ہمیں نصیحت کرنا ضروری ہے۔اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا:

اے ابا سلیمان! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرے بزرگوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس بات پر نہ پکڑیں کہ تو نے میری پوری پوری پیروی کیوں نہیں کی تھی ؟ خداوند کریم کے ہاں حسب ونسب سے کام درست نہیں ہوتا سارا انحصار معاملات کے درست ہونے پر ہے۔

یہ سنکر حضرت داؤد طائیؒ رونے لگے اور اسی دوران میں کہا خدایا جس کا خمیر نبوت کے پانی سے گوندھا گیا۔جب کی طبیعت کی ترکیب حجت وبرہان کے اصول سے تیار ہوئی جس کا نانا رسول کریمؐ ہے جس کی ماں بتولؑ ہے جب وہ حیران وپریشان ہے تو داؤد طائیؒ کون ہے کہ کسی گنتی وشمار میں آسکے۔

☆☆☆

مواخذہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ خلیفہ دوم کو کجاوے پر دیکھا۔ وہ صبح صبح ابطح کے علاقے میں تھے۔ میں نے پوچھا اے امیر المومنین آپ کہاں جا رہے ہیں؟ بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہے اس کو تلاش کر رہا ہوں۔ میں نے کہا آپ نے اپنے بعد خلفاء پر بھاری ذمہ داری ڈال کر انہیں گرا دیا ہے۔ انھوں نے فرمایا اے ابوالحسنؓ! مجھے ملامت نہ کرو اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا اگر ایک بچہ بکری کا دریائے فرات کے کنارے چلا جائے تو قیامت کے دن عمرؓ پر اس میں مواخذہ ہو گا اس لیے کہ اس حاکم کی کوئی عزت و حرمت نہیں جو مسلمانوں کو ضائع و برباد کرے اور نہ ہی اس فاسق کی جو مسلمانوں کو ڈرائے۔

☆☆☆

صدقہ

منقول ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ انصاری نے ایک باغ میں نماز پڑھی ۔اس مین گھنے درخت تھے ۔ایک پرندہ اڑ کر باہر نکلنے کی راہ تلاش کرنے لگا۔ان کی نگاہ بھی کچھ دیر اس پر پڑی اور خیال نہ رہا کہ کتنی رکعت پڑھی ہیں۔

انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا جوان پر آزمائش آئی۔پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ باغ صدقہ ہے جہاں آپ پسند فرمائیں خرچ کریں۔

☆☆☆

وقت کا احساس

کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک مروزیؒ ایک حسین وجمیل کنیز کے عشق میں مبتلا ہو گئے ۔ ایک رات اپنے ایک دوست کو ساتھ لے کر اپنی معشوقہ کی دیوار کے نیچے جا کھڑے ہوئے اور معشوقہ بھی چھت پر آ گئی اور ساری رات اسی طرح ایک دوسرے کو دیکھنے میں اس درجہ محو رہے کہ فجر کی آزان ہوئی تو سمجھے کہ عشا کی آذان ہوئی ۔ جب بالکل دن چڑھ گیا تو سمجھے کہ ساری رات اسی نظارہ میں نکل گئی ۔ اس سے اچانک آپ کو تنبیہہ ہوئی اور دل نے کہا اے مبارک بیٹے تجھے شرم نہیں آتی کہ نفسانی خواہش کے پیچھے ساری رات پاؤں پر کھڑے گزار دی لیکن اگر امام نماز میں سورت ذرا لمبی کر دے تو تو دیوانہ ہو جاتا ہے اور اس پر بھی مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ولایت کا خواستگار بھی ہے اسی وقت خدا سے سچے دل سے توبہ کی اور علم اور اس کی طلب میں مشغول ہو گئے اور زہد و دینداری کی زندگی اختیار کر لی ۔

☆☆☆

حضرت ذوالنون مصریؒ

آپ ایک روز اپنے مریدوں کے ہمراہ کشتی پر سوار دریائے نیل میں جا رہے تھے کہ سامنے سے ایک دوسری کشتی آئی جس میں لوگ خوب گا بجا اور خوشیاں منا رہے تھے اور انھوں نے کشتی میں طرح طرح کی شرارتوں سے ایک ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔

مریدوں نے آپ سے عرض کیا اے شیخ ان لوگوں کے لیے بد دعا کیجیے کہ اللہ تعالی ان سب کو غرق کر دے اور ان کی نحوست سے اپنی مخلوق کو پاک فرما دے۔

حضرت ذوالنونؒ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر فرمایا:

اے میرے خدایا! ان لوگوں کو آپ نے جیسے اس دنیا میں خوشی عطا فرما رکھی ہے اسی طرح آخرت میں ان کو خوش رکھنا۔

مرید آپ کی یہ دعا سن کر حیران ہوئے اتنے میں وہ کشتی آپ کے بالکل قریب آ گئی۔ ان لوگوں نے حضرت ذوالنونؒ کو دیکھتے ہی سخت ندامت و پشیمانی کا اظہار کیا اپنے آلات موسیقی توڑ کر دریا میں پھینک دیے اور توبہ کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے۔ حضرت ذوالنونؒ نے مریدوں سے فرمایا:

”تم نے دیکھ لیا سب کی مراد پوری ہو گی تمہاری مراد بھی حاصل ہو گئی اور وہ بھی مراد کو پہنچ گئے۔

☆☆☆

قحط اور ہدایت

ایک مرتبہ بلخ میں سخت قحط پڑا یہاں تک کہ انسانوں نے انسانوں کو کھانا شروع کر دیا۔ سب لوگ سخت غمزدہ اور متوحش تھے لیکن اک غلام بازار میں خوشی سے ہنستا پھر رہا تھا۔ لوگوں نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ لوگ ہر طرف فاقوں سے مر رہے ہیں اور سخت رنجیدہ ہیں اور تو خوشی مناتا اور ہنستا پھر رہا ہے۔ غلام نے جواب دیا کہ مجھے کوئی غم نہیں اس لیے کہ میرا مالک ایک پورے گاؤں کا بلاشرکت غیرے مالک ہے اس چیز نے میرے دل کو ہر قسم کی پریشانی سے آزاد کر دیا ہے اور میرے سب غم مٹا دیے ہیں۔

غلام کی اس بات کو سن کر حضرت ابو علی شفیق بن ابراہیم ازدیؒ کی گویا آنکھیں کھل گئیں اور تمام حجاب دور ہو گئے آپ سخت شرمندگی کے احساس کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا:

”اے بار خدایا! یہ غلام اس شخص کا ہے جس کی ملک میں صرف ایک گاؤں ہے اور یہ اتنی خوشی منا رہا ہے اور ہم مالک الملک کو اپنا پروردگار کہتے ہیں اور اپنی روزی کے لیے اس درجہ فکرمند ہیں جس کا کوئی شمار نہیں۔ پس یہ خیال آتے ہی آپ نے دنیا کے مشاغل سے منہ موڑ لیا اور حق کے راستے کو طے کرنا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں پھر کبھی روزی کے لیے غمزدہ نہیں ہوا اور فرمایا کرتے تھے:

میں تو اس غلام کا شاگرد ہوں میں نے جو کچھ پایا ہے اسی سے پایا ہے۔

☆☆☆

ذرا سوچیے

حضرت ابوالحسن احمد بن ابوالحواریؒ فرماتے ہیں:

”دنیا گندگی کا ڈھیر اور کتوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے۔ اور وہ شخص کتوں سے بھی کمتر ہے جو دنیا کے مال پر جم کر بیٹھ جائے کیونکہ کتا تو اس ڈھیر سے اپنی حاجت پوری کر کے (پیٹ بھر کر) چلا جاتا ہے لیکن دنیا پرست آدمی اسی سے چمٹا رہتا ہے اور کسی حال میں اس سے الگ نہیں ہوتا اسے چھوڑتا نہیں“۔

☆☆☆

حضرت ابو حامد احمد بن خضر دیہ بلخیؒ

آپ اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے اور فوجی لباس پہنتے تھے ۔آپ کی بیوی فاطمہ بلخ کے امیر کی بیٹی اور طریقت میں بڑی شان والی تھیں ۔

جب فاطمہ نے توبہ کی اور خدا کی راہ کے لیے اپنے آپ کو وقف کیا تو کسی ذریعہ سے احمد کو کہلا بھیجا کہ آپ میرے والد سے میری درخواست کریں لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ دی اس کے بعد فاطمہ نے کئی لوگوں کی وساطت سے آپ کو کہلوایا کہ اے احمد! میں تجھے ایک خدا ترس اور بہادر آدمی سمجھتی تھی کہ تو ایک عورت کا رہبر بنے گا تو تو کوئی رہزن معلوم ہوتا ہے

اس کے بعد احدم نے کسی کو امیر بلخ کے پاس فاطمہ کے لیے درخواست کے ساتھ بھیجا اور اس نے اسے برکت کا موجب سمجھ کر قبول کرلیا اور فاطمہ ان کی زوجیت میں آ گئیں ۔

آپ حضرت ابو یزیدؒ کے پاس جایا کرتے تھے فاطمہ بھی ساتھ جاتی تھیں اور آپ سے ابو یزید سے ہمیشہ گستاخی سے پیش آتیں بلکہ جب پہلی مرتبہ گئیں تو ان کے روبرو نقاب بھی الٹ دیا جس پر احمد کو بہت طیش آیا مگر بعد میں فاطمہ نے اس کی وجہ انہیں بتائی تو انھیں اطمینان ہو گیا ۔حضرت ابو یزیدؒ نے فاطمہ کی آواز سننے کے سوا ان کی کسی چیز پر کبھی نظر نہیں کی ۔

یہاں تک کہ ایک روز اچانک ابو یزیدؒ کی نگاہ فاطمہ کے ہاتھوں پر پڑی اور انھوں نے دیکھا کہ ہاتھ مہندی سے رنگین ہیں ۔آپ نے فاطمہ سے پوچھا ہاتھ پر مہندی کیوں لگا رکھی ہے؟ فاطمہ نے کہا اے ابو یزید جب تک تیری آنکھ نے میرے ہاتھ کی حنا کو نہ دیکھا تھا مجھے تم سے گستاخانہ کلام کرنے میں بڑی خوشی محسوس ہوتی تھی ۔ اب جس صورت تیری آنکھ مجھ پر پڑی تیری صحبت مجھ پر حرام ہوئی ۔

چنانچہ اس کے بعد یہ وہاں سے رخصت ہو کر اس جگہ ہی کو چھوڑ کر نیشا پور منتقل ہو گئے۔ حضرت ابو یزیدؒ نے فاطمہ کے بارے میں فرمایا:

''جو شخص عورت کے لباس میں مردان خدا میں سے کسی مضبوط جوانمرد کو دیکھنا چاہے وہ فاطمہ کو دیکھ لے''۔

یحییٰ بن معاذ رازیؒ بلخ جاتے ہوئے نیشا پور آئے تو احمد نے ان کی دعوت کا ارادہ کیا اور فاطمہ سے اس سلسلے میں پوچھا کیا کیا سامان کتنا کتنا درکار ہوگا؟ فاطمہ نے جواب دیا کہ اتنی گائیں اتنی بکریاں اتنی شمعیں اتنا عطر اتنا فلاں فلاں سامان اور اتنی فلاں چیز اور ان کے علاوہ اتنے گدھے بھی ذبح کرنے کے لیے منگوائیں۔ احمد نے پوچھا ان چیزوں کے ساتھ گدھوں کو کیا کرو گی؟

فاطمہ نے جواب دیا جب کوئی سخی کسی سخی کے ہاں مہمان ہوتا ہے تو محلّہ کے بہت سے کتے بھی آ جاتے ہیں ان کو تو بھوکے نہ رخصت کرنا چاہیے۔

☆☆☆

نیکی کا ثمرہ

حضرت ابوحفص عمر سالم نیشاپوریؒ کی توبہ کا قصہ عجیب ہے۔ ابتداءِ عمر میں آپ ایک کنیز پر عاشق ہو گئے تھے۔ اسے قابو لانے کی بہت کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کسی نے بتایا کہ نیشاپور کے محلّہ شارستان میں ایک یہودی ہے اس کے پاس جاؤ وہ اپنے سحر و عملیات سے تمہارے لیے اس کا بندوبست کر دے گا۔ یہ اس یہودی کے پاس گئے اور اپنا سارا حال بیان کیا اس نے کہا کہ تمہارا یہ کام ہو جائے گا لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ چالیس روز تک نماز وغیرہ سب چھوڑ دو بھول کر بھی خدا کا نام زبان پر نہ لاؤ۔ اس دوران نیکی کا کوئی کام نہ کرو بلکہ اس کی نیت بھی اپنے دل کے قریب نہ پھٹکنے دو اس طرح چالیس دن گزرنے کے بعد میرے پاس آؤ پھر میں حیلہ کروں گا جس سے تمہاری مراد پوری ہو جائے گی۔

ابوحفص نے یہ بات مان لی اور چالیس روز تک اسی طرح گزارنے کے بعد اس یہودی کے پاس گئے۔ یہودی نے اپنا طلسم استعمال کیا لیکن کام نہ بنا۔ اس پر یہودی نے کہا کہ تم نے شرط پوری نہیں کی تم نے ضرور کوئی خلاف ورزی کی ہے اور نیکی کا کام کیا ہے۔ ابوحفص نے کہا کہ میں نے اس دوران کوئی نیکی کا کام نہیں کیا۔ البتہ ایک روز میں جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک پتھر پڑا ہوا تھا میں نے اسے راستہ سے ہٹا دیا کہ کسی کو ٹھوکر نہ لگ جائے۔

اس پر یہودی نے انھیں کہا ”تو اس خدا کو آزارمت دے جس کا حق تو نے چالیس دن تک ضائع کیا لیکن اس نے تیرے اک عمل کو بھی ضائع نہیں کیا۔“ یہ سن کر آپ نے سچی توبہ کی اور وہ یہودی بھی مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ماور چلے گئے اور حضرت ابوعبداللہ ماوردی کے مرید ہو گئے۔

☆☆☆

جب شیطان چیخ اٹھا

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرے دل میں شیطان کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی اس کے بعد ایک روز میں مسجد کے دروازے پر کھڑا تھا کہ ایک بوڑھے آدمی کو آتے ہوئے دیکھا جسے دیکھ کر مجھے شدید نفرت پیدا ہوئی۔ جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہ میری آنکھوں کو تجھے دیکھنے کی طاقت نہیں رہی اور تیری موجودگی سے میرے دل کو سخت وحشت ہورہی ہے اسنے کہا میں وہی ہوں جس کے دیکھنے کی تجھے خواہش تھی۔

میں نے کہا او ملعون تجھے کس چیز نے اس بات پر ابھارا کہ تو آدمؑ کو سجدہ نہ کرے؟ اس نے جواب دیا کے اے جنید تم نے کیا بات کہی کیا میں خدا کی ذات کے سوا کسی غیر کو سجدہ کر دیتا؟ جنیدؒ کہتے ہیں کہ میں اس کا یہ جواب سن کر ہکا بکا رہ گیا اور مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا اتنے میں میرے پیچھے سے مجھے یہ آواز آئی:

ترجمہ: اے جنید اس سے یہ کہو کہ تو جھوٹ بک رہا ہے اگر میرے خدا کا فرمانبردار بندہ ہوتا تو اس کے حکم سے باہر کیوں جاتا"۔

شیطان نے میرے اندر کی آواز سنی تو چیخ کر کہا خدا کی قسم جنید تو نے مجھے جلا ڈالا ہے اور غائب ہو گیا اس سے معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ اپنے دوستوں کا خود نگہبان ہے اور مشکلات میں وہ ان کی مدد اور رہنمائی کو پہنچتا ہے۔

☆☆☆

سخاوت

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ مہمان کے بغیر کھانا نہ کھاتے تھے ایک مرتبہ تین روز تک کوئی مہمان نہ آیا پھر ایک بوڑھے آتش پرست کافر کا آپ کے دروازے پر سے گزر ہوا آپ نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اسنے جب بتایا کہ وہ ایک آتش پرست ہے تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ تو میرے ہاں مہمانی کے لائق نہیں ہے۔ اس پر اللہ تعالٰی نے عتاب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

''اے ابراہیم! میں تو ستر برس سے اس کی پرورش کر رہا ہوں اور تجھ سے اتنا نہیں ہو سکا کہ ایک وقت ہی روٹی کا ٹکڑا اسے دے دے۔

☆☆☆

غیبت کا نتیجہ

حضرت عمرو بن دینارؒ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ میں سے ایک آدمی کی بہن مدینہ منورہ کی دوسری طرف رہائش پذیر تھی وہ بیمار ہوگئی۔ بھائی روزانہ اس کے پاس جا کر عیادت کرتا۔ آخر کار وہ فوت ہوگئی اور اسے قبر میں دفن کر دیا گیا۔ دفن کرنے کے بعد جب وہ واپس آیا تو اسے یاد آیا کہ اس کی تھیلی اس کے ساتھ قبر میں گر گئی تھی اس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو ساتھ لیا اور دونوں قبر کے پاس آئے۔ قبر اکھاڑ کر تھیلی لے لی۔ اس آدمی نے کہا ذرا ہٹ جاؤ تا کہ میں دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے۔ اس نے لحد سے رکاوٹ ہٹائی تو دیکھا کہ قبر آگ سے جل رہی ہے وہ واپس اپنی والدہ کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ بتاؤ میری بہن کیا کرتی تھی؟ اس نے بتایا کہ تیری بہن پڑسیوں کے دروازوں پر جاتی اور کان دھرتی۔ پھر بات سن کر چغلی کرتی اب پتہ چلا کہ اس کو عذاب کیوں ہو رہا ہے۔

☆☆☆

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چراگاہ سے گزر ہوا میں نے دیکھا کہ ایک حبشی غلام بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے۔ ایک کتا آیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ حبشی غلام نے ایک روٹی نکال کر اسے دے دی دوسری اور اس کے بعد تیسری بھی اس کے سامنے ڈال دی۔

عبداللہ بن جعفرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ اے غلام تجھے روز کتنی روٹیاں ملتی ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ وہی جو آپ نے دیکھی ہیں۔ اس پر میں نے پوچھا پھر تو نے اٹھا کر ساری کیوں اس کتے کو دے دیں؟ غلام نے جواب دیا کہ یہ کتوں کی جگہ نہیں ہے یہ کتا کہیں دور سے امید لے کر آیا ہے اس لیے میں نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس کی محنت ضائع جائے۔

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ بات مجھے اتنی پیاری لگی کہ میں نے اس غلام سمیت اس چراگاہ اور بکریوں کو ان کے مالک سے خرید لیا۔ غلام آزاد کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ یہ سب بکریاں اور چراگاہ تیری ملک ہیں۔ میں نے یہ سب کچھ تمہیں بخش دیا۔ غلام نے مجھے دعا دی۔ بکریاں اور چراگاہ سب کچھ صدقہ کر دیا اور وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

عبرت ناک واقعہ

تابعین کی ایک جماعت حضرت ابوسفیانؒ کی زیارت کے لیے گئی جب وہ ان کے پاس پہنچے اور کچھ دیر بیٹھے تو انھوں نے فرمایا چلو ہمارے پڑوس میں ایک آدمی کا بھائی فوت ہوگیا ہے آؤ اس کی تعزیت کر آئیں۔

محمد بن یوسف فریابی فرماتے ہیں کہ ہم انکے ساتھ گئے اور اس آدمی کے پاس پہنچے وہ اپنے بھائی پر بہت رو رہا تھا اور شدید واویلا مچا رہا تھا ہم اسے تسلی دیتے رہے مگر وہ تسلی نہ پاتا تھا۔ ہم نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ موت تو لازمی طور پر آنی تھی۔ اس نے کہا میں بھائی کی موت پر اس لیے رو رہا ہوں کہ سے صبح شام عذاب ہو رہا ہے۔ ہم نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں غیب کا علم دے دیا ہے اس نے کہا نہیں مگر بات یہ ہے کہ جب میں نے اسے دفن کیا اور اس پر مٹی ڈال دی اور لوگ چلے گئے میں اس کی قبر پر بیٹھا رہا۔ اچانک قبر سے آواز آئی وہ کہہ رہا تھا ہائے انھوں نے مجھے تنہا چھوڑ دیا میں سخت عذاب پا رہا ہوں۔ میں روزے دار تھا نمازی تھا۔ اس کے بھائی نے کہا مجھے اس بات پر رونا آ گیا اور میں مٹی ہٹا کر اس کی حالت دیکھنے لگا۔ دیکھا تو قبر میں آگ جل رہی تھی اور اس کی گردن میں آگ کا طوق پڑا ہوا ہے۔ میں نے بھائی کی محبت کے جوش میں آ کر اس کی گردن سے طوق ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو میری انگلیاں اور ہاتھ جل گیا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ دکھایا وہ سیاہ جلا ہوا تھا۔ پھر وہ بتانے لگا کہ میں نے اس پر مٹی ڈال دی اور واپس چلا آیا اب میں کیسے نہ روؤں؟

ہم نے پوچھا تیرا بھائی دنیا میں کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا کہ وہ مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا راوی بتاتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تصدیق ہوگئی۔

☆☆☆

دنیا کیا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ کیا میں تمہیں دنیا اور جو اس میں ہے سب نہ دکھا دوں؟ میں نے عرض کیا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مدینہ منورہ کی ایک وادی میں لے گئے وہاں کوڑے کا ڈھیر تھا جس میں کھوپڑیاں گندگی اور پرانے چیتھڑے ہڈیاں تھیں۔

آپ ؐ نے فرمایا اے ابو ہریرہ یہ کھوپڑیاں بھی تمہاری طرح حرص کرتی تھیں اور تمہاری طرح امیدیں باندھتی تھیں۔ پھر آج یہ ہڈیاں ہیں ان پر چمڑہ ہے پھر یہ راکھ بن چکی ہیں اور یہ کوڑا طرح طرح کے کھانے تھے جن کو تم نے کھایا اور جہاں سے کمانا تھا وہاں سے کمایا۔ پھر پیٹوں نے لباس پھینک دیا آج لوگ ان کو دیکھ کر گھن محسوس کرتے ہیں اور یہ بوسیدہ چیتھڑے تمہارا لباس اور پرو بازو تھے آج ہوائیں ان کو اڑا رہی ہیں اور یہ ہڈیاں تھیں جن پر شہر شہر پھرتے تھے۔ اب جو شخص دنیا پر رو سکے وہ روئے راوی بتاتے ہیں کہ ہم پر شدید گریہ طاری ہو گیا۔

☆☆☆

دولت

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سعید بن عامرؓ کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے وہ بہت غمگین ہوئے۔ بیوی نے پوچھا کوئی حادثہ ہوا ہے فرمایا اس سے بھی سخت معاملہ ہے پھر فرمایا مجھے اپنا پرانا دوپٹہ دے دو اسے لے کر پھاڑ دیا اور اس مال کی تھیلہ بنا کر غریبوں میں تقسیم کر دیں۔ پھر اٹھ کر نماز پڑھنے لگے اور صبح تک روتے رہے۔ پھر فرمایا میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا "میری امت کے فقرا مالداروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے حتیٰ کہ ایک مالدار آدمی ان کی بھیڑ میں داخل ہوگا تو اسے ہاتھ سے پکڑ کر ان میں سے نکال دیا جائے گا۔

☆☆☆

جب اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے

مسجد نبوی کے دروازے پر ایک نوجوان کو روتے دیکھ کر حضرت عمرؓ کا دل بھی بھر آیا اور وہ بھی روتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو عرض کیا مسجد کے دروازے پر ایک نوجوان رو رہا ہے اس کو دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا۔

آپ نے اس کو بلایا اور رونے کا سبب دریافت فرمایا اس نے عرض کیا ایک گناہ ہو گیا ہے اس لیے روتا ہوں۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کتنا بڑا گناہ ہو گیا ہے۔ عرض کیا بہت بڑا۔

آپؐ نے پوچھا کیا زمین و آسمان سے بھی بڑا

اس نے کہا اس سے بھی بڑا۔

آپؐ نے دریافت کیا کیا عرش اور کرسی سے بھی بڑا۔

اس نے کہا اس سے بھی بڑا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کیا اللہ کی رحمت سے بھی بڑا۔ وہ نوجوان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سن کر خاموش ہو گیا۔ پھر آپؐ نے دریافت فرمایا بتاؤ کیا گناہ ہو گیا؟

اس نوجوان نے کہا میں نے ایک حسین لڑکی کو دفن کے بعد قبر سے نکالا اور اس سے صحبت کر لی۔ تو وہ لڑکی زندہ ہو کر کہنے لگی تمھیں شرم نہیں آتی کہ مردوں کے درمیان میرے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہو حشر کے دن کیا جواب دو گے۔

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور غصہ کے مارے سرخ ہو گیا اور اس کو دربار سے نکال دیا۔ اب وہ چالیس شب و روز روتا رہا چالیسویں رات اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے عرض کیا کہ:

اللہ پاک اگر آپ نے میرا گناہ معاف فرما دیا ہے تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیں تاکہ ان کا دل میری طرف سے صاف ہو جائے اور اگر معاف نہیں کیا تو آسمان سے آگ برسا تاکہ میں جل کر خاک ہو جاؤں۔

فوراً آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی جبرائیلؑ لائے اور کہا: اللہ کریم پوچھتے ہیں مخلوق کو آپ نے پیدا کیا یا میں نے؟

آپؐ نے فرمایا ''اللہ پاک نے پیدا فرمایا ہے''۔

جبرائیل نے کہا ''اللہ پاک دریافت فرماتے ہیں مخلوق کو رزق آپ دیتے ہیں یا ہم؟

آپؐ نے فرمایا ''سب کو اللہ پاک رزق دیتے ہیں''۔

جبرائیل نے کہال ''اللہ پاک فرماتے ہیں کہ خطاؤں کو آپؐ معاف فرماتے ہیں یا ہم؟

آپؐ نے فرمایا ''سب خطاؤں کو اللہ پاک معاف کرتے ہیں''۔

جبرائیلؑ نے کہا ''پھر اللہ پاک فرماتے ہیں اس نوجوان کی خطا کو ہم نے معاف کر دیا ہے آپ بھی معاف کر دیں''۔

آپؐ نے اس نوجوان کو فوراً بلایا اور اس کو معافی کی بشارت دی۔

☆☆☆

ملک الموت

ایک آدمی ملک الموت کو انتہائی حسین وجمیل صورت میں دیکھتا ہے۔ حضرت عکرمہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ایک غیور انسان تھے ان کا ایک علیحدہ کمرہ تھا جس میں عبادت کرتے تھے جب باہر آتے تو بند کر دیتے۔ ایک دن واپس آئے تو مکان میں ایک آدمی تھا پوچھا تمہیں کس نے میرے گھر میں داخل کر دیا؟ اس نے کہا مجھے اس مالک نے داخل کیا ہے۔ فرمایا اس کا مالک میں ہوں۔ اس نے کہا کہ مجھے اس نے داخل کیا جو آپ کا مجھ کا اور مکان کا مالک ہے۔ فرمایا تم کون سے فرشتے ہو اس نے کہا میں ملک الموت ہوں۔

آپ نے فرمایا تم وہ صورت بن سکتے ہو جو بن کر کسی مومن کی روح قبض کرتے ہو؟ اس نے کہا ہاں آپ دوسری طرف رخ کیجیے انھوں نے دوسری طرف رخ کیا پھر مڑ کر دیکھا کہ وہ (ملک الموت) ایک نوجوان ہے اس کا چہرہ حسین ہے اس کا لباس خوبصورت ہے اور خوشبو سے مہکا ہوا ہے۔

فرمایا اے ملک الموت اگر مومن کی موت کے وقت صرف تیری صورت ہی دکھائی دی جائے تو یہ بھی بہت بڑا انعام ہے۔

☆☆☆

حسن سوال

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے فارغ ہو کر ایک مسلمان قوم پر سے گزرے۔ دیکھا کہ ایک عورت ہنڈیا کے نیچے آگ جلا رہی ہے اس کے پاس ایک بچہ ہے جب آگ کی لپٹ اٹھتی ہے تو وہ بچے کو ایک طرف ہٹا لیتی ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

''کیا آپ رسول اللہ ہیں؟''

آپؐ نے فرمایا ''ہاں میں ہی ہوں۔''

وہ بولی میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا خداوند کریم ارحم الرحمین نہیں ہے؟

آپؐ نے فرمایا ''بے شک وہ ارحم الرحمین ہے''۔

عورت نے کہا ''کیا خدا اپنے بندوں پر زیادہ مہربان نہیں ہے بہ نسبت ایک ماں کے''۔

آپؐ نے فرمایا ''بے شک زیادہ مہربان ہے''۔

اس عورت نے کہا لیکن ایک ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈال سکتی پھر اللہ کیسے اپنے بندوں کو آگ میں ڈال دے گا؟'' آپؐ پر یہ سن کر رقت طاری ہو گئی اور قدرے توقف کے بعد فرمایا:

''خدا اپنے بندوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا سوائے ان سرکشوں کے جنہوں نے اللہ پاک سے بھی سرکشی کی اور جو لا الہ الا اللہ کہنے کو تیار نہیں۔

(ابن ماجہ)

☆☆☆

صبر

حضرت شاہ اسماعیلؒ شہید کے والد صاحب انتقال کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا ''اپنی والدہ کا نکاح مجھ سے کر دیں''۔(یہ کہنے میں اس کی نیت شاہ صاحب کو تنگ کرنے کی تھی)۔

آپ نے فرمایا ''وہ بالغ ہیں پہلے ان سے پوچھ لوں''۔

اس نے کہا پوچھ لیں۔

آپ چلے اور راستہ میں یہ سوچتے جا رہے تھے کہ والدہ کو کیا کہیں گے کہ انھیں اطلاع ملی کی سوال کرنے والا آدمی مر گیا ہے۔

فرمایا ''اس کو میرے صبر نے مار دیا''۔

☆☆☆

جنت ماں کے قدموں تلے

حضرت ابوالحسن فرقانیؒ کے ایک بھائی اور بھی تھے اگر آپ رات کو عبادت میں مشغول ہوتے تو دوسرا بھائی پوری رات جاگ کر ماں کی خدمت گزاری میں گزار دیتا۔ ایک دن جبکہ دوسرے بھائی کی باری تھی کہ والدہ کی خدمت کریں تو اسنے کہا کہ اگر آج آپ میری بجائے خود والدہ کی خدمت کریں تو میں رات بھر عبادت کر لوں۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور خود ماں کی خدمت میں رہے لیکن شب کو عبادت کی ابتدا کرتے ہی آپ کے بھائی نے یہ غیبی ندا سنی کہ ہم نے تمھارے بھائی کی مغفرت کرنے کے ساتھ ساتھ تمھیں بھی ان کے طفیل بخش دیا۔

یہ سن کر انھیں حیرت ہوئی اور خداوند کریم سے عرض کی کہ یا اللہ میں تو تیری عبادت کر رہا ہوں اور میرا بھائی ماں کی خدمت میں مصروف ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میری مغفرت کی بجائے اس کی مغفرت کر کے اس کی طفیلی بنا دیا گیا۔

غیبی آواز آئی کہ "ہمیں تیری عبادت کی حاجت نہیں بلکہ محتاج ماں کی خدمت کرنے والی اطاعت ہمارے لیے باعث خوشنودی ہے"۔

☆☆☆

استاد کا احترام

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اپنے آخری ایام میں ایک مرتبہ سوچا کہ اپنی نیابت کا مقام کس شاگرد کو دوں اس کے لیے آپ نے ایک ترکیب سوچی اور ایک دن مدرسے میں پیغام بھجوا دیا کہ ان کی طبیعت سخت خراب ہے اس لیے وہ مدرسے نہیں آئیں گے اور کوئی بھی طالب علم ان کی عیادت کو نہ آئے۔

دو چار دن شاگرد بڑے پریشان رہے۔ ایک دن آپ نے ذرا سی دیر کے لیے اپنے گھر سے نکل کر اپنے شاگردوں کو بلایا اور کہا کہ مدرسے کی چھت پر اونٹ کو چڑھاؤ۔ یہ کہا اور فوراً گھر کے اندر چلے گئے چونکہ یہ ان ہونی سی بات تھی کیونکہ ان دنوں آج کل کی مشینیں نہیں ہوتی تھیں اس لیے شاگردوں نے سوچا کہ بیماری نے امام صاحب کے ذہن پر برا اثر ڈالا ہے اس لیے وہ خاموشی سے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے لیکن آپ کے دو شاگرد حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کہیں سے اونٹ اور رسہ لے کر آ گئے اور اونٹ کو کوٹھے کے قریب کھڑا کر کے اس رسے سے باندھا اور خود کوٹھے پر چڑھ کر اسے اوپر کی طرف کھینچنے لگے لیکن اونٹ کیسے اٹھتا ان کے ہاتھوں سے خون نکلنے لگا۔

امام صاحب ایک جھروکے میں سے یہ ساری کارروائی دیکھ رہے تھے وہ باہر تشریف لائے انھیں پیار سے گلے لگایا اور فرمایا آج سے تم میرے نائب ہوں گے۔ یہ میرے خلفاء ہیں۔

آپ نے کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ امام صاحبؒ کے بعد ان ہی دونوں بزرگوں کا درجہ اور منصب ہے اور ان ہی کے مرتب کردہ قوانین (فقہ) زیادہ مقبول اور معروف ہیں۔

☆☆☆

سچ کی برکت

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ حجاج بن یوسف کے سپاہیوں سے چھپتے ہوئے حضرت حبیب عجمی کی عبادت گاہ میں پہنچ گئے۔اور جب سپاہی ان کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور حضرت حبیب عجمی سے پوچھا کہ حسن بصری کہاں ہیں؟ تو انھوں نے واضح الفاظ میں کہا کہ وہ اندر ہیں۔

سپاہی عبادت گاہ کے اندر داخل ہوئے لیکن حضرت حسن بصریؒ ان کو کہیں نظر نہ آئے۔انھوں نے کئی بار عبادت گاہ کی تلاشی لی اور ہر بار مایوس ہو کر حضرت حبیب عجمی کو دھمکایا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں اور حسن کو چھپانا چاہتے ہیں۔لیکن آپ نے فرمایا کہ حسن میرے سامنے عبادت گاہ میں داخل ہوئے تھے لیکن اگر وہ نظر نہیں آتے تو اس میں میرا کیا قصور ہے اس پر سپاہی لوٹ گئے اور جب خطرہ ٹل گیا تو حسن بصری نے عبادت گاہ سے باہر آ کر حضرت حبیب عجمی سے کہا:

آپ نے تو استادی کے حق کا بھی پاس نہ کیا اور صاف صاف انھیں میرا پتہ بتا دیا۔

حضرت حبیب عجمی نے فرمایا:

چونکہ میں نے سچ سے کام لیا تھا اس لیے آپ محفوظ رہے اور اگر میں جھوٹ سے کام لیتا تو ہم دونوں گرفتار ہو جاتے۔

حضرت حسن بصریؒ نے پوچھا ’’آخر آپ نے کیا پڑھا تھا‘‘۔تو آپ نے فرمایا ’’دو مرتبہ آیت الکرسی دو مرتبہ قل ہو اللہ احد اور دو مرتبہ امن الرسول سے آخر تک پڑھ کر اللہ پاک سے عرض کیا تھا ’’یا اللہ حسن کو تیرے حوالے کیا تو ہی اس کی حفاظت فرما‘‘

☆☆☆

سچی خوشی

حضرت امام حسن بصریؒ سے کسی نے پوچھا: کیا کبھی آپ کو کوئی خوشی حاصل ہوئی ہے؟

فرمایا ہاں ایک مرتبہ میں اپنے عبادت خانہ کی چھت پر کھڑا تھا کہ ہمسایہ کی بیوی اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی کہ شادی کے پچاس سال تک میں نے صبر وسکون سے تیرے ساتھ نبھاہ کیا اور تجھ سے کبھی کوئی ایسی شے طلب نہیں کی کہ جس کا تو متحمل نہ ہو سکتا ہو۔ نہ کبھی غربت کا شکوہ کیا نہ کبھی تیری شکایت کی مگر یہ سب کچھ اس لیے برداشت کیا کہ تو دوسری شادی نہ کر لے لیکن اگر تو نے دوسری شادی کا ارادہ کیا تو پھر میں امام وقت سے تیری شکایت کروں گی۔

مجھے یہ سن کر بہت مسرت ہوئی کیونکہ یہ قول قرآن کریم کے عین مطابق بھی جیسا کہ فرمایا ہے: ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ ویغفر مادون ذالک لمن یشاء: یعنی بلا شبہ اللہ تعالٰی ان کو نہیں بخشے گا جنہوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا اور ان کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا۔

☆☆☆

جو غصہ پر قابو پا لیتے ہیں

حضرت مالک بن دینارؒ نے ایک بار کسی یہودی کے مکان کے قریب ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ آپ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا۔ یہودی نے دشمنی کی بنا پر ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعے پوری غلاظت آپ کے مکان پر ڈالتا رہتا اور آپ کی نماز کی جگہ نجس ہو جاتی۔ وہ بہت عرصہ تک یہ عمل کرتا رہا مگر آپ نے کبھی شکایت نہ کی۔

ایک دن یہودی نے خود ہی عرض کیا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپکو کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پرنالے سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو لے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں اس لیے مجھ کو کوئی تکلیف نہیں۔

یہودی نے عرض کیا کہ آپ کو اتنی تکلیف برداشت کرنے کے بعد کبھی غصہ نہیں آیا؟ فرمایا خداوند کریم کا حکم ہے کہ جو لوگ غصہ پر قابو پا لیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دی جاتے ہیں بلکہ انھیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔

یہ سن کر یہودی نے عرض کیا کہ یقیناً آپ کا مذہب بہت عمدہ ہے کیونکہ اس میں مخالفوں کی اذیت پر صبر کرنے کو اچھا کہا گیا ہے اس لیے میں آج ہی سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔

☆☆☆

توکل

حضرت حبیب عجمیؒ کا مکان بصرے کے چوراہے پر تھا۔ ایک دن آپ نے کپڑے نکال کر چوراہے پر رکھ دیے اور خود کہیں نہانے کے لیے چلے گئے اتفاق سے حضرت حسن بصریؒ کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ کا لباس پہچان کر خیال کیا کہ حبیب عجمیؒ اسے چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں اگر کوئی اٹھا کر چل دے تو کیا ہوگا اور اس خیال کے تحت آپ کپڑوں کی حفاظت کے لیے وہاں ٹھہر گئے اور جب حبیب عجمیؒ واپس آئے تو حسن بصریؒ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں انھوں نے فرمایا:

''تم اپنا لباس کس کے بھروسے پر چھوڑ کر چل دیے تھے؟ اگر کوئی اٹھا کر لے جاتا تو کیا ہوتا''۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس کے بھروسے پر چھوڑ گیا تھا جس نے اس کی حفاظت کے لیے آپ کو یہاں تک پہنچا دیا اور آپ کھڑے ہیں۔

☆☆☆

یقین کی دولت

ایک دفعہ دو بھوکے شخص حضرت رابعہ بصریہؒ کے پاس ملاقات کی غرض سے آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ رابعہؒ اگر اس وقت کھانا پیش کر دیں تو بہت اچھا ہو کیونکہ ان کے ہاں رزق حلال نصیب ہوگا۔ اس وقت آپ کے ہاں صرف دو ہی روٹیاں تھیں وہی ان کے سامنے رکھ دیں۔

اسی اثنا میں کسی سائل نے سوال کیا تو آپ نے دونوں روٹیاں اٹھا کر سائل کو دے دیں یہ دیکھ کر وہ حیرت زدہ سے رہ گئے لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک کنیز بہت سی گرم روٹیاں لیے حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ میری مالکہ نے بھجوائی ہیں لیکن آپ نے ان روٹیوں کو گنا تو وہ اٹھارہ تھیں۔ یہ دیکھ کر کنیز سے فرمایا کہ شاید تجھے غلط فہمی ہو گئی ہے۔ یہ روٹیاں میرے لیے نہیں بلکہ کسی اور کے لیے بھجوائی گئی ہیں لیکن کنیز نے وثوق سے کہا کہ مالکہ نے آپ ہی کے لیے بھجوائی ہیں مگر آپ نے کنیز کے مسلسل اصرار کے باوجود واپس کر دیں اور جب کنیز نے اپنی مالکہ سے یہ واقعہ بیان کی تو اس نے حکم دیا کہ ان روٹیوں کو دو روٹیوں کا اضافہ کر کے لے جاؤ۔

چنانچہ جب آپ نے بیس روٹیاں شمار کر لیں تو انھیں مہمانوں کے سامنے رکھ دیا وہ محو حیرت ہو کر کھانے میں مشغول ہو گئے اور جب کھانا کھانے کے بعد آپ سے اس واقعہ کی نوعیت دریافت کرنا چاہی تو فرمایا کہ جب تم دونوں یہاں حاضر ہوئے تو مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم بھوکے ہو اور جو کچھ گھر میں تھا وہ میں نے تمھارے سامنے رکھ دیا اسی دوران ایک سائل آیا اور دونوں روٹیاں میں نے اس کو دے کر اللہ سے عرض کی کہ وہ وعدہ ایک کے عوض دس دینے کا ہے اور مجھے تیرے قول صادق پر یقین ہے لیکن کنیز کے اٹھارہ روٹیاں لانے سے میں نے سمجھ لیا کہ اس میں ضرور کوئی غلطی ہوئی ہے اس لیے میں نے واپس کر دیں اور جب وہ پوری بیس لے کر آئی میں نے

لے لیں۔

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆☆☆

بے نیازی

ایک رات ہارون الرشید نے اپنے وزیر فضل برمکی کو حکم دیا کہ مجھے کسی درویش سے ملوادو چنانچہ وہ ہارون کو حضرت سفیان کی خدمت میں لے گیا اور دروازے پر دستک دینے کے بعد حضرت سفیان نے پوچھا کہ کون ہے تو فضل نے جواب دیا امیر المومنین ہارون الرشید تشریف لائے ہیں۔

سفیان نے فرمایا ''کاش مجھے پہلے علم ہوتا تو میں خود استقبال کے لیے حاضر ہوتا''۔

یہ جواب سن کر ہارون نے فضل سے کہا کہ جیسے درویش کا میں متلاشی تھا ان میں وہ اوصاف نہیں ہیں تم مجھے یہاں کیوں لے آئے ہو؟ فضل نے کہا جس قسم کے بزرگ کی جستجو میں آپ ہیں وہ اوصاف صرف فضیل بن عیاض میں ہیں۔ یہ کہہ کر وہ ہارون کو فضیل کی خدمت میں لے گیا اس وقت آپ یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے: ترجمہ: کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ جنھوں نے برے کام کیے ہم ان کو نیک کام کرنے والوں کے برابر کردیں گے؟

یہ سن کر ہارون نے کہا اس سے بڑی اور کیا نصیحت ہوسکتی ہے۔ پھر جب دروازے پر دستک دینے کے جواب میں حضرت فضیل نے پوچھا کہ کون ہے تو فضل برمکی نے کہا کہ امیر المومنین تشریف لائے ہیں۔ تو آپ نے اندر ہی سے فرمایا کہ ان کا میرے پاس کیا کام اور مجھے ان سے کیا واسطہ؟ میری مشغولیت میں آپ لوگ حارج نہ ہوں لیکن فضل نے کہا کہ (امیر) کی اطاعت فرض ہے۔

آپ نے فرمایا مجھے اذیت نہ دو۔ پھر فضل نے کہا کہ آپ اگر ہمیں اندر آنے کی اجازت نہیں دیتے تو ہم بلا اجازت اندر داخل ہوجائیں گے۔ آپ نے فرمایا میں تو اجازت نہیں دیتا ویسے بلا اجازت داخلے میں تم مختار ہو۔

چنانچہ دونوں بلا اجازت اندر داخل ہو گئے تو آپ نے شمع بجھا دی تا کہ ہارون کی شکل نظر نہ آئے لیکن اتفاق سے تاریکی میں ہارون کا ہاتھ آپ کے دست مبارک پر پڑ گیا تو آپ نے فرمایا کتنا نرم ہاتھ ہے کاش جہنم سے نجات حاصل کر سکے۔ یہ فرما کر نماز میں مشغول ہو گئے اور فراغت نماز کے بعد جب ہارون نے عرض کیا کہ آپ کچھ ارشاد فرمائیں تو آپ نے فرمایا:

''تمھارے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور جب انہوں نے آپ سے استدعا کی کہ مجھے کسی ملک کا حکمران بنا دیجیے تو آپؐ نے فرمایا میں تمہیں تمھارے نفس کا حکمران بناتا ہوں۔ کیونکہ دنیاوی حکومت تو روز محشر وجۂ ندامت ہو گی۔''

یہ سن کر ہارون نے عرض کیا کچھ اور ارشاد فرمائیں۔آپ نے فرمایا جب عمر بن عبدالعزیزؒ کو سلطنت حاصل ہوئی تو انھوں نے کچھ ذی عقل لوگوں کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے اوپر ایک بھاری بوجھ ڈال دیا گیا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ان میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ ہر عمر رسیدہ مومن کو باپ تصور کریں اور جوان کو بھائی اور بیٹا سمجھیں اور عورتوں کو ماں بہن اور بیٹی سمجھیں اور ان رشتوں کے مطابق ان سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔

ہارون الرشید نے پھر عرض کیا کہ کچھ اور نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا:

''پوری مملکت اسلامیہ کے باشندوں کو اپنی اولاد تصور کریں۔ بزرگوں پر مہربانی اور چھوٹوں سے بھائیوں اور اولادوں کی طرح سلوک کرو۔ مجھے خوف ہے کہ تمہاری حسین وجمیل صورت دوزخ کا ایندھن نہ بن جائے کیونکہ محشر میں بہت سی حسین صورتوں کا نار جہنم میں جا کر حلیہ ہی تبدیل ہو جائے گا اگر تمہاری حکومت میں ایک عورت بھی بھوکی سو گئی تو محشر میں تمہارا گریبان پکڑے گی۔

ہارون پر یہ نصیحتیں سن کر غشی طاری ہو گئی اور فضل برمکی نے کہا کہ اب بس کیجیے آپ

نے تو امیر المومنین کو نیم مردہ ہی کر دیا ہے۔ حضرت فضیل نے فرمایا: اے ہامان! خاموش ہو جا میں نے نہیں بلکہ تو نے اور تیری جماعت نے ہارون کو زندہ در گور کر دیا ہے۔ یہ سن کر ہارون پر رقت طاری ہو گئی اور فضل برمکی سے کہا کہ فرعون تصور کرنے کی نسبت تجھ کو ہامان کا خطاب دیا ہے۔

پھر ہارون سے پوچھا ''کیا آپ کسی کے مقروض تو نہیں ہیں؟'' فرمایا ''بے شک اللہ کا قرضدار ہوں اور اس کی ادائیگی میرے بس سے باہر ہے کیونکہ محشر میں میرے پاس اس کے کسی سوال کا جواب نہ ہوگا''۔

ہارون نے رخصت ہوتے وقت فضل برمکی سے کہا کہ یہ واقعی صاحب فضل بزرگ لوگوں میں سے ہیں۔

☆☆☆

معرفت کی راہ

حضرت ابراہیم ادھمؒ بلخ کے سلطان اور عظیم المرتبت حکمران تھے۔ ایک مرتبہ آپ محو خواب تھے کہ چھت پر کسی کے چلنے کی آہٹ محسوس ہوئی تو آواز دے کر پوچھا کہ چھت پر کون ہے؟ جواب ملا کہ میں آپ کا شناسا ہوں اور اونٹ کی تلاش میں چھت پر آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ چھت پر اونٹ کیسے آ سکتا ہے۔ جواب ملا کہ آپ کو تاج و تخت میں خدا کس طرح مل جائے گا؟

یہ سن کر آپ ہیبت زدہ ہو گئے اور دوسرے دن جس وقت دربار شاہی سجا ہوا تھا تو ایک بڑی ٹھاٹ والا آدمی دربار میں آ پہنچا اور حاضرین پر کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ کسی کو کچھ پوچھنے کی سکت باقی نہ رہی اور وہ شخص تیزی کے ساتھ تخت شاہی کے نزدیک پہنچ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اور حضرت ابراہیم ادھمؒ نے سوال کیا کہ تم کون ہو اور کس کی تلاش میں آئے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں قیام کرنے کی نیت سے آیا تھا لیکن یہ تو سرائے معلوم ہوتی ہے اس لیے یہاں قیام ممکن نہیں۔

آپ نے فرمایا بھائی یہ سرائے نہیں بلکہ شاہی محل ہے۔ اس نے سوال کیا کہ آپ سے قبل یہاں کون آباد تھا؟ فرمایا میرے آباو اجداد۔ اس کے بعد اس نے پوچھا کہ پھر کون آباد ہوئے؟ آپ نے فرمایا کہ ان کی اولادیں۔

اس طرح کئی پشتوں کے متعلق سوال کرنے کے بعد کہا کہ اب آپ کے بعد یہاں کون رہے گا میری اولاد اس نے کہا ذرا غور سے سوچیے کہ جس جگہ اتنے لوگ آ کر چلے گئے ار کسی کو ثبات حاصل نہ ہوا تو وہ جگہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ کہہ کر وہ اچانک غائب ہو گیا۔

آپ چونکہ رات ہی کے واقعہ سے بہت مضطرب تھے اس لیے اس واقعہ نے اور بھی پریشان کر دیا۔ اور آپ اس کی جستجو میں نکل کھڑے ہوئے جنگل میں ایک جگہ

ان سے ملاقات ہوگئی اور آپ نے ان کا نام دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا مجھے خضر کہتے ہیں۔

اس ادھیڑ پن میں آپ لشکر سمیت شکار کے لیے روانہ ہوئے لیکن اپنے لشکر سے بچھڑ گئے تو غیب سے ندا آئی کہ ابراہیم موت سے قبل بیدار ہو جاؤ اور یہ آواز مسلسل آتی رہی جس کی وجہ سے آپ کی قلبی کیفیت غیر سی ہوگئی اور آپ نے تاج و تخت چھوڑ کر صحرا کی راہ لی۔ اور اس قدر ریاضت کی کہ صوفیائے کرام کے سرخیل ہو گئے۔

☆☆☆

جب توبہ کو توفیق نصیب ہوتی ہے

تائب ہونے سے پہلے ایک بار کسی شخص نے ذوالنون مصریؒ کی اطلاع پہنچائی کی فلاں مقام پر ایک نوجوان عابد ہے اور جب آپ اس نے نیاز حاصل کرنے کے لیے ہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ درخت پر الٹا لٹکا ہوا اپنے نفس سے مسلسل کہہ رہا ہے کہ جب تک تو عبادت الٰہی میں میرا ساتھ نہیں دے گا میں تجھے یوں ہی اذیت دوں گا حتیٰ کہ تیری موت واقع ہو جائے گی یہ دیکھ کر آپ کو اس پر ایسا ترس آیا کہ بے اختیار رونے لگے اور جب نوجوان عابد نے پوچھا کہ یہ کون ہے جو ایک بے حیا گناہگار پر ترس کھا رہا ہے یہ سن کر آپ نے اس کے سامنے جا کر سلام کیا اور مزاج پرسی کی۔ اس نے بتایا چونکہ یہ بدن عبادت الٰہی پر آمادہ نہیں ہوتا اس لیے سزا دے رہا ہوں۔ آپ نے کہا مجھے تو یہ گمان ہوا کہ شاید تم نے کسی کو قتل کر دیا ہو یا تم سے کوئی اور عظیم گناہ سرزد ہو گیا ہو۔

اس نے کہا کہ تمام گناہ مخلوق سے میل جول رکھنے کی وجہ سے جہنم میں لے جاتے ہیں اس لیے مخلوق سے تمام راہ و رسم کو بڑا گناہ تصور کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ آپ واقعی زاہد ہیں اس نے جواب دیا کہ اگر تم کسی بڑے زاہد کو دیکھنا چاہتے ہو تو سامنے پہاڑ پر چڑھ کر دیکھو۔ چنانچہ جب آپ وہاں پہنچے تو ایک نوجوان کو دیکھا جس کا پیر کٹا ہوا باہر پڑا ہے اور اس کا جسم کیڑوں کی خوراک بنا ہوا ہے۔

جب آپ نے اس سے صورتحال دریافت کی تو اس نے کہا کہ ایک دن اسی جگہ عبادت میں مصروف تھا کہ ایک خوبصورت عورت سامنے سے گزری جس کو دیکھ کر میں فریب شیطانی میں مبتلا ہوا اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس وقت غیب سے ایک ندا آئی کہ اے بے غیرت تیس سال اللہ کی عبادت میں گزار کر آج شیطان کی عبادت کرنے چلا ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی میری غیرت جاگ اٹھی اور میں نے اسی

وقت اپنا اک پیر قطع کر دیا کہ گناہ کے لیے پہلا قدم اسی پیر نے بڑھایا تھا پھر بتائیے کہ آپ مجھ گناہگار کے پاس کیوں آئے ہو۔ اور اگر واقعی آپ کو کسی بڑے زاہد کی تلاش ہے تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤ۔

لیکن جب بلندی کی وجہ سے آپ کا وہاں تک پہنچنا ناممکن ہو گیا تو اس نوجوان نے خود ہے اس بزرگ کا قصہ شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ اس پہاڑ کی چوٹی پر جو بزرگ ہیں ان سے ایک دن کسی نے کہہ دیا کہ روزی محنت سے حاصل ہوتی ہے پس اسی دن سے انہوں نے عہد کر لیا کہ جس روزی میں مخلوق کا ہاتھ ہو وہ استعمال نہ کروں گا اور جب کچھ کھائے پیئے بغیر کئی دن گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو حکم دیا کہ ان کے گرد جمع ہو کر انہیں شہد مہیا کرتی رہو چنانچہ وہ ہمیشہ شہد ہی استعمال کرتے تھے۔ یہ سن کر حضرت ذوالنون مصریؒ نے درس عبرت حاصل کیا اور اسی وقت عبادت و ریاضت میں محو ہو گئے۔

جس وقت آپ پہاڑ سے اتر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ درخت سے نیچے آ کر بیٹھ گیا اس وقت آپ کو خیال آیا ک نہ جانے اس کو رزق کہاں سے مہیا ہوتا ہو گا۔ لیکن آپ نے دیکھا اس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کریدی جس میں سے ایک سونے کی پیالی برآمد ہوئی اس میں تل بھرے ہوئے تھے اور دوسری پیالی جو اس کے ساتھ ہی تھی وہ چاندی کی بنی ہوئی تھی اور یہ گلاب کے عرق سے بھری ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ پرندہ تل کھا کر اور گلاب کا عرق پی کر درخت پر جا بیٹھا۔ اور پیالیاں غائب ہو گئیں۔

یہ دیکھ کر آپ نے اسی دن سے توکل پر کمر باندھ لی اور یہ یقین کر لیا کہ متوکل علی اللہ (اللہ پر توکل کرنے والا) کو کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

اس کے بعد آپ نے جنگل کی راہ اختیار کی۔ جہاں آپ کے کچھ پرانے دوست مل گئے۔ اور اتفاق سے وہاں سے ایک خزانہ برآمد ہو گیا جس میں ایک تختہ ایسا تھا

جس پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارک کندہ تھے اور جس وقت یہ خزانہ تقسیم ہونے لگا تو آپ نے اپنے حصے میں یہ تختہ لے لیا اور سکوں کی طرف دھیان نہ کیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے اے ذوالنون سب نے دولت لی اور تم نے ہمارے نام کو پسند کیا جس کے عوض ہم نے تیرے اوپر علم و حکمت کے دروازے کشادہ کر دیے۔ یہ سن کر آپ شہر میں واپس آ گئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے ایک دن میں لب دریا وضو کر رہا تھا کہ سامنے کے محل پر ایک خوبصورت عورت نظر آئی اور جب میں نے اسے گفتگو کرنے کے لیے کہا تو وہ بولی کہ دور سے میں نے تم کو دیوانہ تصور کیے ہوئے تھا اور جب کچھ قریب آ گئے تو میں نے سمجھا کہ تم عالم ہو۔ جب بالکل قریب آ گئے تو میں نے تمھیں اہل معرفت تصور کیا لیکن اب معلوم ہوا کہ تم ان تینوں میں سے کچھ بھی نہیں ہو اور جب میں نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ عالم نامحرم پر نگاہ نہیں ڈالتے اور دیوانے وضو نہیں کرتے اور اہل معرفت خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئی اور میں نے سمجھا کہ یہ غیب کی طرف سے ایک تنبیہ ہے۔

☆☆☆

بشر حافیؒ

آپ توبہ کرنے سے پہلے ایک میکدہ کے مالک تھے۔ خود بھی شراب پیتے تھے اور دوسروں کو بھی قیمت پر پلاتے تھے۔

ایک دفعہ مستی کے عالم میں کہیں جارہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کاغذ کو معطر کیا اور ایک بلند مقام پر رکھ دیا۔ اسی شب خواب میں دیکھا کہ کسی درویش کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام ملا کہ بشر حافی کو یہ خوشخبری سنا دو کہ ہمارے نام کو معطر کر کے جو تم نے تعظیماً ایک اونچے مقام پر رکھ دیا ہے اس کی وجہ سے ہم تمھیں بھی پاکیزہ مراتب عطا کریں گے اور بیداری کے بعد جب اس درویش کو یہ تصور آیا کہ بشر حافی تو فسق و فجور میں مبتلا ہیں اس لیے شاید میرا خواب صحیح نہیں ہے لیکن دوسری اور تیسری مرتبہ بھی یہی خواب نظر آیا تو وہ آپ کے گھر پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ آپ میکدے میں ہیں اور جب وہ درویش میکدے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بشر حافی نشہ میں چور اور بدمست پڑے ہیں اس لیے انھوں نے لوگوں سے کہا کہ ان تک میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ میں تمہارے لیے ایک ضروری پیغام لایا ہوں لیکن جب لوگوں نے آپ کو درویش کا یہ پیغام پہنچایا تو آپ مضطرب ہو کر اٹھے اور فرمایا نہ معلوم عتاب الٰہی کا پیغام ہے یا سزا کا اور یہ کہہ کر ہمیشہ کے لیے توبہ کر کے میکدہ سے نکل گئے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم مراتب عطا فرمائے کہ آپ کا ذکر بھی قلوب کے لیے وجہ سکون بن گیا چونکہ آپ اس احساس کی وجہ سے ننگے پاؤں رہا کرتے تھے کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش بنایا ہے اس لیے شاہی فرش پر جوتے پہن کر چلنا آداب کے منافی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو حافی کہا جاتا ہے۔

☆☆☆

میرے ساتھ کچھ بھی نہیں

ایک دفعہ حضرت مالک بن دینارؒ کسی سفر سے دریا کے راستے واپس آ رہے تھے جب آپ کی کشتی کنارے لگی تو محصول لینے والا کشتی میں آیا اور تمام مسافروں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے سامان کی تلاشی دو تا کہ اس کے مطابق محصول وصول کیا جائے یہ سن کر مالک بن دینارؒ نے اپنے کپڑے جھاڑے اور چھلانگ لگا کر کشتی سے باہر آ گئے۔ محصول لینے والے نے پوچھا: ''حضرت جی یہ کیا؟'' آپ نے فرمایا:

میرے ساتھ کچھ بھی نہیں ہے اس لیے باہر آ گیا ہوں۔ محصول لینے والے نے آپ کو بلا روک ٹوک جانے دیا۔ آپ نے فرمایا:

''آخرت کا معاملہ بھی اسی طرح ہوگا جس کے پاس دنیا کا جس قدر مال ہوگا اتنا ہی اس کا حساب و کتاب زیادہ ہوگا اور جس کے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا اس کا حساب کیا ہوگا؟''

شیطان تجھے نفل نہیں پڑھنے دے گا

ایک روز ایک شخص حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا ''میں نے کسی جگہ کچھ دولت دفن کی تھی مگر اب وہ جگہ یاد نہیں رہی مہربانی فرما کر میری رہنمائی کیجیے''۔

امام اعظمؒ نے فرمایا: ''یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں ہے جس کا تمھیں حل بتایا جائے۔ اچھا اگر تم مدد کے لیے آ ہی گئے ہو تو یوں کرو کہ آج ساری رات نفل پڑھتے رہو انشاءاللہ وہ جگہ تمھیں یاد آ جائے گی''۔

اس شخص نے ایسا ہی کیا نفل پڑھتے ہوئے ابھی چوتھائی رات بھی نہ گزری تھی کہ اُسے وہ جگہ یاد آ گئی جہاں اس نے وہ دولت دفن کر رکھی تھی اس نے نوافل پڑھنا بند کر دیے اور سو گیا۔ صبح اس نے امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر حقیقت حال

سے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا:

''حضرت جی اس میں کیا راز تھا؟''

آپ نے فرمایا: ''مجھے یقین تھا کہ شیطان تجھے نفل نہیں پڑھنے دے گا اور تجھے وہ جگہ یاد دلا دے گا بہتر تھا کہ تم بقیہ رات نفل پڑھ کر خداوند کریم کا شکر ادا کرتے۔

☆☆☆

اللہ کا غلام

حضرت عثمانؓ کے غلام سے روایت ہے کہ میں حضرت عثمانؓ کے پیچھے سوار تھا۔ ہم بیت المال کے مویشی خانے کے قریب پہنچے اس دن شدید گرمی تھی اور بہت گرم ہوائیں چل رہی تھیں ہم نے اچانک ایک شخص کو دیکھا جو تہبند باندھے ایک چادر اوڑھے اور اس میں اپنا سر چھپائے ہوئے تھا۔ وہ ایک اونٹ کو ہانکتا لا رہا تھا اس نے اونٹ مویشی خانے میں داخل کیا۔

حضرت عثمانؓ نے کہا ''یہ کون ہے؟''

ہم چل کر مویشی خانے کے قریب آئے تو یہ حضرت عمر بن خطابؓ تھے۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا اس گرمی میں آپ کیا کر رہے ہیں؟''

حضرت عمر نے جواب دیا:

''بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اسے ڈھونڈ کر لایا ہوں''۔ حضرت عثمانؓ نے کہا: ''یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا''۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

''مجھ سے زیادہ اللہ کا غلام کون ہے''۔

☆☆☆

نفس کی خواہش

ایک بزرگ ابوتراب بخشیؒ سفر پر تھے کہ دل میں خواہش پیدا ہوئی اگر آج روٹی کے ساتھ تلا ہوا انڈا مل جائے تو کیا ہی لطف آئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک بستی میں داخل ہوئے تو ایک شخص بھاگتا ہوا آیا اور آپ کی عبا پکڑ کر چلانے لگا "یہ شخص بھی چوروں کا ساتھی تھا"۔

لوگوں نے آپ کو پکڑ لیا اور چوری کے الزام میں درے مارنے لگے ستر درے مار چکے تو ایک شخص نے ادھر سے گزرتے ہوئے آپ کو درے کھاتے دیکھا تو لوگوں پر برہم ہوا اور کہنے لگا۔

"نادانو! یہ تو ہمارے بزرگ ابوتراب بخشی ہیں"۔

لوگوں سے چھڑا کر وہ شخص آپ کو اپنے گھر لے آیا۔ اور کھانا پیش کیا۔ آپ نے دیکھا کہ کھانے میں تلا ہوا انڈا بھی موجود تھا۔ اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہنے لگے "اے نفس پلید! ستر درے کھانے کے بعد اب تلا ہوا انڈا کھا"۔

☆☆☆

آبا وَاجداد کی تقلید

شیخ الاسلام عز الدین مصر کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) تھے۔ایک مرتبہ قصر شاہی کے مہتمم اور سلطنت مصر کے مدار المہام فخر الدین عثمان نے ایک مسجد کی چھت پر طبل خانہ کی عمارت بنوائی اور وہاں طبل و نقارہ بجنے لگا۔

شیخ عزل الدین کو جب اس کی خبر ملی تو انھوں نے چیف جسٹس اور مساجد کے مہتمم کی حیثیت سے اس عمارت کو گرانے کا حکم دے دیا اور قرار دیا کہ فخر الدینے فسق کا ارتکاب کیا ہے آئندہ اس کی شہادت قبول نہ کی جائے اور ساتھ ہی خود بھی جج کے عہدے سے استعفٰی دے دیا۔ایک بار شیخ نے بھرے دربار میں سلطان مصر الملک الصالح کا نام لے کر کہا:

''ایوب! خدا کو تم کیا جواب دو گے جب پوچھا گیا کہ ہم نے تمھیں مصر کی سلطنت اس لیے دی تھ کہ شراب آزادی سے پی جائے''۔

بادشاہ نے دریافت کیا''کیا واقعی ایسا ہے؟''

شیخ نے کہا کہ فلاں میخانے میں شراب آزادی سے بک رہی ہے اور دوسرے ناگفتنی کام آزادی سے ہور ہے ہیں''۔

بادشاہ نے کہا''میرا اس میں کیا قصور؟ یہ تو میرے والد کے زمانے سے ہو رہا ہے ''۔شیخ نے جواب دیا''گویا تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو جو یہ کہتے تھے کہ ہمارے باپ دادا سے ایسا ہوتا چلا آرہا ہے۔بادشاہ نے فوراً شراب خانے بند کرا دیے۔

(یہ قرآن کریم کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے)

☆☆☆

کاروبار اور دھوکا

یونس بن عبید ایک بڑے تاجر تھے وہ ریشمی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے ان کی دکان میں مختلف قیمتوں کے لباس اور جوڑے موجود تھے۔ایک دن وہ مسجد میں نماز پڑھنے جانے لگے تو اپنے بھتیجے کو دکان پر بٹھا دیا اور کپڑوں کی قیمتیں ان کو بتا دیں تا کہ اگر کوئی خریدار اس اثنا میں آجائے تو اُسے واپس نہ جانا پڑے۔

ان کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ایک اعرابی آیا۔اس نے ایک جوڑا چار سو درہم کا طلب کیا۔لڑکے نے پہلے دوسو والا لباس دکھایا جس کو اعرابی نے بہت پسند کیا اور خوشی خوشی اس کو چار سو درہم دے کر خرید لیا۔

اعرابی جوڑا لے کر بازار میں جا رہا تھا کہ راستے میں اس کو یونس بن عبید مسجد سے آتے ہوئے مل گئے انھوں نے اعرابی کے پاس یہ لباس دیکھا تو پہچان گئے اور سمجھ گئے کہ یہ کپڑا ان کی دکان سے خرید کر لا رہا ہے انھوں نے اعرابی کو روک کر پوچھا کہ تو نے یہ لباس کتنے میں خریدا ہے۔

اس نے جواب دیا چار سو درہم میں۔یونس نے از راہ خیر خواہی میں اس سے کہا یہ جوڑا تم نے بہت گراں خریدا ہے اس کی قیمت دو سو درہم سے زیادہ نہیں ہے۔ آؤ چلیں اس کو واپس کر کے دوسرا جوڑا اس قیمت پر خرید لو۔مگر اعرابی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی اور اس نے کہا جناب یہی جوڑا ہمارے شہر میں پانچ سو درہم کا بھی نہیں مل سکتا۔لیکن یونس بن عبید نے اصرار کر کے کہا ہم تمہارے ساتھ ہمدردی کر رہے ہیں اس لیے کہ تمہارا ہمارا رشتہ جس مذہب سے ہے وہ خیر خواہی کو پسند کرتا ہے۔آخر بڑی کوشش سے وہ اس کو دکان پر لائے اور دو سو درہم اسے واپس کر دیے نیز بھتیجے سے کہا کہ تم کو شرم نہیں آئی کہ ایک سیدھے سادے اعرابی کو دھوکا دیا کیا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ہو جو دوگنا نفع کمانا چاہتے ہو؟ مسلمانوں سے خیر خواہی کا جذبہ تم

نے کہاں کھو دیا؟

بھتیجے نے کہا کہ خدا کی قسم چچا جان اعرابی از خود چار سو درہم دینے پر راضی ہوا تھا لیکن آپ نے فرمایا "تمہیں پھر بھی اس کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہیے تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مسلمان بھائیوں سے خیر خواہی کی تلقین فرمائی ہے"۔

☆☆☆

سادہ شادی

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ایسے جلیل القدر صحابی ہیں کہ بعض اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جاتے تو عبدالرحمٰنؓ کو اپنا نائب بنا کر جاتے تھے۔ آپؐ نے زندگی میں جن دس افراد کو جنت کی بشارت دی تھی ان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی شامل تھے۔

ایک مرتبہ آپ دربار نبویؐ میں حاضر ہوئے تو کپڑے اور چہرے پر زرد دھبے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''عبدالرحمٰن کیا بات ہے؟''

عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نکاح کیا ہے''۔

آپؐ نے فرمایا ''عبدالرحمٰن! نکاح کنواری سے کیا ہے یا بیوہ سے؟''

عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیوہ سے''۔

ارشاد ہوا ''کیوں؟''

عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بیوی مر گئی اس کی کچھ اولاد تھی۔ کنواری کرتا تو وہ اولاد پال نہ سکتی۔ بیوہ کی خدمت بھی کرے گی اور اولاد بھی دے گی''۔

آپؐ نے برکت کی دعا دی۔

عبدالرحمٰن عاشق صادق اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محبوب کامل۔ مگر اس انتہائی قرب کے باوجود نکاح کرتے ہیں تو محبوب کامل صلی اللہ علیہ وسلم تک کو نہیں بلاتے۔ کس قدر دلوں کی پاکیزگی ہے۔ آپؐ نے برا نہیں مانا۔ یہ تک نہیں فرمایا بھئی ہمیں تو تم نے بلایا ہی نہیں نہ کوئی شکایت کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام مس نکاح نہایت سادہ چیز ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ عبدالرحمٰنؓ نکاح کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر تک نہ ہو۔

☆☆☆

والدہ کا مقام

ایک شخص نے بارگاہ نبوتؐ میں حاضر ہو کر اپنی والدہ کی متلون مزاجی کی شکایت کی تو آپؐ نے شاکی کی بات سن کر فرمایا:

''جب نو ماہ تک تیری ماں تجھے اپنے بطن میں لیے پھرتی رہی تب تو متلون مزاج نہ تھی''۔

وہ بولا ''حضور میری ماں بدمزاج ہے''۔

آپؐ نے فرمایا ''جب دو دال تک وہ تجھے اپنا دودھ پلاتی رہی تب تو وہ بدمزاج نہ تھی''۔

وہ کہنے لگا ''حضورؐ میری ماں سخت مزاج ہے''۔

تب آپؐ نے فرمایا ''جب یہ تیرے لیے رات رات بھر جاگتی تھی اور اپنا دودھ تجھے پلاتی تھی تب تو یہ سخت مزاج نہ تھی''۔

اس شخص نے کہا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی ماں کی ان خدمات کا صلہ چکا دیا ہے''۔

آپؐ نے استفسار فرمایا وہ کیسے؟

اسنے جواب دیا ''میں نے اپنی ماں کو اپنے کندھوں پر حج بیت اللہ کرا دیا ہے''۔

یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو اپنی ماں کو اس تکلیف کا بدلہ دے سکتا ہے جو دردزہ کی صورت میں اس نے تجھے جنم دیتے ہوئے برداشت کی''۔

☆☆☆

والد کا مقام

عہد رسالت میں ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ میرا تمام مال (روپیہ پیسہ) مجھ سے لے لیتا ہے۔ ارشاد فرمائیے میں کیا کروں؟

آپ نے فرمایا جاؤ اپنے باپ کو بلا لاؤ۔

اس کا باپ نحیف اور ضعیف العمر شخص تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ملا تو وہ لکڑی کا سہارا لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کے بیٹے کی شکایت پر استفسار فرمایا تو بوڑھے نے عرض کیا:

"حضورؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان میرا بیٹا ایک زمانے میں ضعیف تھا اور میں قوی۔ یہ فقیر تھی اور میں تونگر۔ اس وقت میں نے اسے اپنی کوئی چیز لینے سے نہیں روکا تھا۔ آج میں جب ضعیف ہو چکا ہوں اور یہ قوی ہے میں فقیر اور یہ غنی ہے تو اب یہ اپنا مال مجھ سے بچاتا ہے"۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اس بوڑھے کی یاس انگیز اور دردبھری باتیں سنیں تو آپ پر رقت طاری ہوگئی اور فرمایا:

"اگر کوئی پتھر بھی باتیں سن لے تو اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے"۔

پھر آپؐ نے اس کے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا: "تو اور تیرا سب مال و متاع تیرے باپ کا ہے"۔

☆☆☆

خلیفہ کے نام پراسرار خط

امام شعبیؒ جب خلیفہ عبدالمالک کے سفیر کی حیثیت سے قیصر روم کے دربار میں پہنچے تو ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے کے بعد قیصر روم بہت متاثر ہوا۔اس عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں کے سفیر کو ایک وسیع النظر عالم دین ایک نکتہ رس سیاست دان اور امت مسلمہ کا ایک خیر خواہ ترجمان پایا۔

اس پر قیصر روم نے پوچھا: ''کیا آپ شاہی خاندان سے ہیں''؟ امام شعبیؒ نے مختصر سا جواب دیا ''نہیں میں ایک عام عرب ہوں''۔

بہت دنوں کے بعد جب امام شعبیؒ واپس خلیفہ عبدالمالک کے پاس جانے لگے تو قیصر روم نے انہیں خلیفہ کے نام چند خطوط دیے اور آخر میں ایک سفید لفافہ دیتے ہوئے کہا کہ جب آپ تمام خطوط پیش کردیں تو آخری خط یہ دے دیجیے گا۔

امام شعبیؒ نے ایسا ہی کیا۔انھوں نے جو کچھ سلطنت روم میں دیکھا تھا اسے بحیثیت سفیر زبان بیان کیا اور ایک ایک کر کے قیصر روم کے تمام خطوط بھی خلیفہ عبدالمالک کے مطالعہ کے لیے پیش کردیے پھر اس بند لفافے کی باری آئی انھوں نے اسے بھی خلیفہ کے سامنے رکھ دیا۔خلیفہ عبدالملک نے یہ آخری تحریر پڑھی تو کچھ دیر سوچتے رہے۔پھر امام شعبیؒ کی جانب دیکھا اور کہا ''کیا آپ جانتے ہیں کہ اس خط میں کیا لکھا ہے؟''

امام شعبیؒ نے نفی میں جواب دیا۔خلیفہ عبدالملک نے خط امام شعبیؒ کے ہاتھ میں دے دیا ''لیجیے پڑھ لیجیے''۔

امام شعبیؒ نے پڑھا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خط خود ان کے بارے میں تھا لکھا تھا کہ ''مجھے اس قوم پر حیرت ہے جس نے ایسے انسان کو چھوڑ کر ایک دوسرے شخص کو اپنا بادشاہ بنا رکھا ہے''۔

امام شعبیؒ نے کہا ''شاید قیصر روم نے یہ بات اس لیے لکھی ہے کہ انھوں نے آپ کو نہیں دیکھا بہر حال اس خط کے بارے میں مجھے معلوم ہوتا تو میں اسے لے کر نہ آتا''۔

خلیفہ عبدالملک نے مسکراتے ہوئے کہا'' آپ یہ بتائیں کہ کیا آپ اس خط کے لکھنے کا مقصد سمجھ گئے ہیں''؟

امام شعبی نے کہا ''نہیں امیر المومنین''۔

خلیفہ نے کہا ''قیصر نے یہ خط اس لیے لکھا ہے کہ وہ آپ جیسی قابل قدر شخصیت کو ہمارے درمیان نہیں دیکھنا چاہتے اور اس لیے یہ پیرایہ اس لیے اختیار کی ہے کہ ہم آپ کو ایک خطرہ محسوس کرتے ہوئے ختم کرادیں''۔

یہ بات قیصر روم تک پہنچی تو اس نے کہا ''خلیفہ عبدالملک نے ٹھیک سمجھا میرا یہی مقصد تھا لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ یہ مقصد پورا نہیں ہوا کیونکہ یہ علم و دانش اور صلاحیتوں کی قدر دانی کا دور تھا انہیں خاک میں ملانے کا دور نہ تھا۔

☆☆☆

دانا دشمن

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ار شاہ رچرڈ کے درمیان جنگ جاری تھی دونوں فوجیں میدان جنگ میں دست بدست لڑ رہی تھیں اسی اثنا میں سلطان نے دیکھا کہ شاہ رچرڈ اپنے مایہ ناز گھوڑے پر سوار تلوار کے کاری ہاتھ دکھا رہا ہے کہ یکا یک ایک تیر گھوڑے کے سینے میں لگ کر اسے خاک میں ملا دیتا ہے مگر رچرڈ دل نہیں ہارا بلکہ وہ پیدل لڑائی میں حصہ لے رہا ہے۔اس منظر کو دیکھ کر صلاح الدین ایوبی نے فوری طور پر ایک بہترین عربی گھوڑا رچرڈ کو بھجوا دیا شام کو جب صلیبی سردار اکٹھے ہوئے تو رچرڈ نے کہا:

''آج میرا گھوڑا زخمی ہوکر میدان میں مر گیا''۔

''پھر کیا ہوا''سب سرداروں نے بیک آواز پوچھا۔

''ہونا کیا تھا''رچرڈ نے جواب دیا''صلاح الدین ایوبی نے وہ کام کیا جس کی تم توقع بھی نہیں کر سکتے اس نے مجھے ایک بہترین عربی گھوڑا بھجوا دیا''۔پھر ذرا توقف کے بعد رچرڈ نے کہا''یارو انصاف کی کہو ایسے عظیم دشمن سے ہم لڑ سکتے ہیں؟تم کچھ بھی کہو مگر میں یہی کہوں گا کہ ہرگز نہیں''۔

☆☆☆

علمائے حق کا کردار

جلیل القدر تابعی امام یزید بن حبیب کئی دن سے بیمار تھے علم وفضل اور ورع وتقویٰ میں مصر کی بے نظیر شخصیت تھے۔ ان کے احباب اور عقیدت مندوں کا تانتا بندھا ہوا تھا لوگ عیادت کے لیے دور دور سے پہنچ رہے تھے۔

مصر کا گورنر جوثرہ ابن سہیل بھی ان کی عیادت کے لیے آیا اور مزاج پرسی کے بعد پوچھا ''جس کپڑے میں مچھر کا خون لگا ہو اس نے نماز جائز ہے یا نہیں''۔

امام صاحب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا انہوں نے جواب دینے کے بجائے منہ پھیر لیا۔ ابن سہیل کچھ دیر چپ چاپ بیٹھا رہا۔ چلنے کے لیے اٹھا تو امام صاحب نے نظر پھیر کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا:

تو روزانہ خدا کے بندوں کا خون بہاتا ہے اور مچھر کے خون کا فتویٰ پوچھنے چلا ہے''۔

☆☆☆

اگر میں عدل نہ کروں تو کون کرے گا

ایک مرتبہ جمعہ کے روز ایک شخص ہارون الرشید کے سامنے آ کھڑا ہوا جبکہ وہ ممبر پر خطبہ دے رہا تھا اس شخص نے ہارون سے کہا:

خدا کی قسم تم تقسیم دولت میں مساوات کو ملحوظ نہیں رکھتے نہ رعیت کے ساتھ عدل کرتے ہو تم نے یہ کیا اور وہ کیا''۔

ہارون کے حکم سے وہ شخص فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ اور نماز جمعہ کے بعد اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہارون نے امام یوسف کو بلوایا وہ جب پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ وہ ہتھکڑی اور بیڑی میں جکڑا ہوا کھڑا ہے۔ جلاد اس کے سر پر کوڑا لیے کھڑا ہے۔

ہارون امام یوسفؒ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:

''اے یعقوب اس شخص نے مجھ سے ایسی باتیں کہی ہیں جو آج تک کسی کو کہنے کی جرأت نہیں ہوئی تھی''۔

امام ابو یوسف نے کہا: امیر المومنین کو اس میں کون سی بات ہوگئی؟ اس طرح کی باتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کی گئی ہیں اور آپؐ نے معاف فرما دیا ہے اور درگزر سے کام لیا ہے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپؐ کو قسم دی کہ میں آپؐ کو قسم دیتا ہوں عدل کیجیے''۔

آپؐ نے جواب میں فرمایا:

اگر میں عدل نہ کروں تو اور کون کرے گا۔

اور اسے معاف فرما دیا۔

ایک مرتبہ اس سے بھی سنگین واقعہ پیش آیا حضرت زبیرؓ اور ایک انصاری مدعی اور مدعا علیہ بن کر آپؐ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کے حق میں فیصلہ کر دیا اس پر انصاری نے کہا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ فیصلہ آپ نے زبیرؓ کے حق میں اس لیے کیا ہے کہ زبیرؓ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے؟

آپؐ نے یہ سنا اور معاف فرما دیا۔

امام ابو یوسفؒ کی باتیں سن کر ہارون کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس نے اس شخص کی رہا کا حکم دے دیا۔

☆☆☆

اس کی زبان کاٹ ڈالو

غزوہ حنین میں فتح کے بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو حضرت اقرعؓ بلور تالیف قلب ایک سو اونٹ مرحمت فرمائے نامور شاعر صحابی حضرت عباسؓ بن رواس اسلمی کو حضرت اقرعؓ سے اس امتیازی سلوک سے بڑا رشک آیا کیونکہ انھیں کم اونٹ عطا ہوئے تھے چنانچہ انھوں نے فی البدیہہ چند اشعار کہے جن سے آزردگی کا اظہار ہوتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سنے تو حضرت علی سے فرمایا:

اقطع عنی لسانہ: اس کی زبان کاٹ ڈالو

حضرت علیؓ نے عباس بن مرداس کا ہاتھ پکڑا اور کہا میرے ساتھ چل۔ انھوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا ''علی کیا میری زبان کاٹو گے''۔

حضرت علی نے فرمایا ''تو میرے ساتھ چلا آ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کروں گا''۔

اس طرح باتیں کرتے کرتے حضرت علیؓ عباسؓ بن مرداس کو اونٹوں کے غلے میں لے گئے اور ان سے کہا:

''سو اونٹ اس گلے میں سے اپنی پسند کے چن لے''۔

حضرت عباسؓ بن مرداس نے سو اونٹ چن لیے اور خوش ہو گئے۔ یوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن مرداسؓ کی آزردگی اور ناپسندیدگی پر ان کی زبان کاٹ ڈالی تاکہ آئندہ شکوہ و شکایت نہ کر سکے۔

☆☆☆

اجلسوا

ایک روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ارشادات فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد مسجد میں جمع تھی اور آپؐ کے ارشادات کو بغور سن کر ذہن نشین کر رہے تھے اتنے میں شاعر اسلام حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ مسجد کے پاس پہنچے کہ خود بھی آپؐ کے فرمودات سن سکیں۔ وہ مسجد کے قریب پہنچے لیکن ابھی مسجد میں داخل نہ ہونے پائے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مسجد سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

اجلسوا (اے لوگو! بیٹھ جاؤ)

جب یہ آواز حضرت عبداللہؓ کے کان تک پہنچی تو وہ جہاں تھے وہیں رک گئے ان کے دل سے ایک ہوک سی اٹھی اور وہیں بیٹھ گئے۔ ''یہ حکم آقا کا ہے اس کی تعمیل میں غفلت نہ ہونے پائے یہ ان کے دل کی آواز تھی''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو کسی نے آپؐ کی خدمت میں عبداللہ کا یہ واقعہ پیش کیا تو آپؐ نے نہایت مسرت کے عالم میں ان (عبداللہؓ) سے فرمایا:

اللہ تعالٰی تمہارے دل میں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کا جذبہ اور زیادہ فرمائے۔

☆☆☆

ذہانت

۶ ہجری میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی ملکوں کے سربراہوں کے نام تبلیغی مکتوب روانہ فرمائے تو حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو مقوقس والی مصر کے نام مکتوب دے کر روانہ فرمایا۔ وہ قدیم الاسلام اور سچے عاشق رسولؐ تھے۔ تعمیل حکم کے لیے فوراً مصر کی طرف روانہ ہو گئے اور مصر کے دارالخلافت اسکندریہ میں پہنچ کر انھوں نے اپنی آمد کی اطلاع مقوقس کو پہنچائی۔

مقوقس نے اپنے افسروں کو حکم دیا کہ عرب کے اس سفیر سے عزت و احترام سے پیش آئیں اور ان کے قیام و طعام کے لیے بہترین بندوبست کریں پھر تیسرے دن حضر حاطبؓ کو اس وقت دربار میں باریابی کی اجازت دی جب تمام عمائدین سلطنت اور مذہبی پیشوا وہاں جمع ہو چکے تھے۔ جب آپؓ دربار میں پہنچے تو مقوقس نے خندہ پیشانی سے آپ کا استقبال کیا اور آپ کو اس جگہ بٹھایا جہاں بڑے بڑے بادشاہوں کے سفیروں کو بٹھایا جاتا ہے۔

تھوڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ مقوقس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو بڑی تعظیم سے آنکھوں سے لگایا اور اس کو بغور پڑھا پھر تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد اس موضوع پر گفتگو کی۔

حضرت حاطبؓ نے اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ مقوقس اس سے بے حد متاثر ہوا۔ مگر اپنے درباریوں کے خوف سے اسلام قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ البتہ اس نے نامہ مبارک کو بڑے احترام کے ساتھ ہاتھی دانت کے ایک ڈبے میں بند کر کے اس پر اپنی مہر لگائی اور پھر اپنی خاص کنیز کے حوالے کر دیا۔ اس نے تیسرے دن پھر آپ کو بلا کر پوچھا: ’’اگر آپ کے پیغمبر سچے ہوتے تو پھر ان کی قوم نے ان کو اپنے آبائی وطن سے نکالا تھا تو انھوں نے دشمنوں کے لیے بد دعا کیوں نہ کی‘‘؟

جواب میں آپ نے فرمایا:

''اگر حضرت عیسیٰؑ سچے پیغمبر تھے تو جب ان کو صلیب پر چڑھایا گیا تو انھوں نے اپنی قوم کے لیے بد دعا کیوں نہ کی''؟

مقوقس یہ جواب باصواب سن کر دنگ رہ گیا اور بے اختیار پکار اٹھا ''بے شک تم خود بھی عقلمند آدمی ہو اور جن کی طرف سے تمھیں بھیجا گیا ہے وہ بھی حکمت و دانش کے مالک ہیں''۔

☆☆☆

کیا میں منافق ہوں

مشہور صحابی حضرت حنظلہؓ بن ربیع تمیمیؓ روایت کرتے ہی کہ ایک مرتبہ میری ملاقات حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہوئی تو انھوں نے پوچھا: ''حنظلہ کیا حال ہے؟''

میں نے کہا'' اے ابو بکرؓ کیا بتاؤں مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں نفاق کے مرض میں گرفتار ہو گیا ہوں''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حیران ہو کر فرمایا:

سبحان اللہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟

میں نے کہا:

''درست کہہ رہا ہوں کیونکہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا جنت اور دوزخ ہمارے سامنے ہیں۔ اور ہم ان کے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن جب ہم آپ کی مجلس سے اٹھ کر باہر آتے ہیں تو پھر بیوی بچوں اور جائیدادوں کے قصوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور آپؐ کے ارشاد و تذکیر کو بھلا دیتے ہیں''۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''خدا کی قسم یہ بات تو مجھے بھی پیش آتی ہے''۔

اس کے بعد میں اور ابوبکرؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنظلہ منافق ہو گیا ہے''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

''کیا ہوا''

میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور

آپ جنت و دوزخ کی یاد دلاتے ہیں تو ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب آپؐ کے پاس سے اُٹھ کر جاتے ہیں تو پھر وہی بیوی بچوں اور زمینوں کی دلچسپیوں میں کھو جاتے ہیں اور آپؐ کے ارشادات و ہدایات کا زیادہ حصہ بھول جاتے ہیں"۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تمہاری ہمیشہ یہی حالت رہے جو میری مجلس میں ہوتی ہے تو فرشتے تمہارے بچھونوں اور راستوں پر کھلم کھلا تم سے مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ وقت وقت کی بات ہے"۔

ساعة و ساعة یہ الفاظ تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔

☆☆☆

آقا ہمیں صرف آپؐ درکار ہیں

غزوۂ حنین میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد لشکرِ اسلام نے جب جعرانہ میں پڑاؤ ڈالا تو سالارِ لشکر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین حاضرین مولفۃ القلوب اور اپنے اتحادیوں داد و دہش کے لیے دربار منعقد کیا اور نومسلموں سمیت سب کو اس قدر نوازا کہ اہلِ مکہ پر ان نوازشات کی بارش ہوتے دیکھ کر انصار کے چند نوجوانوں کی زبان پر شکوہ و شکایت کے الفاظ جاری ہو گئے اور وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرتے ہوئے کہنے لگے:

آخر وطن اور نسل کی محبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی غالب آ گئی ہے اس لیے ہمیں پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور ان لوگوں کو نوازا جا رہا ہے حالانکہ حق کی خاطر جان لڑانے والے ہم بھی ہیں۔ ہماری تلواروں سے تو ابھی تک خون ٹپک رہا ہے لیکن داد و دہش کے لیے قریش کو منتخب کیا گیا ہے۔

جب ان باتوں کی اطلاع حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپؐ نے انصار کو اپنے خیمے میں جمع کر کے ارشاد فرمایا:

کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے اور اللہ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت بخشی؟

تم منتشر و پراگندہ تھے اللہ نے میرے ذریعے تم میں اتفاق پیدا کیا؟

تم مفلس تھے اللہ نے میر ذریعے تمہیں دولت مند بنایا؟

انصار ہر بار پر کہتے جاتے تھے:

بے شک اللہ اور رسولؐ نے ہم پر احسان کیا۔

اس کے بعد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم اس کے جواب میں کیوں نہیں کہتے کہ:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سب لوگوں نے آپؐ کو جھٹلایا تو ہم نے آپؐ کی

تصدیق کی‘‘۔

جب آپ کو گھر اور وطن سے نکالا گیا تو ہم نے آپ کو پناہ دی۔

جب آپ محتاج تھے تو ہم نے آپ کی مدد کی اور میں کہتا جاؤں گا کہ:

تم سچ کہتے ہو اے انصار

تم میرے شعار ہو اور دوسرے لوگ دثار ہیں۔ یا اللہ انصار پر رحم کر۔

انصار کے لبوں پر مہر ثبت ہو چکی تھی اور وہ بالکل ساکت و جامد بیٹھے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

’’اے انصار کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے جاؤ‘‘۔

انصار دھاڑیں مار مار کر رونے لگے روتے روتے ان کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں۔ وہ رو رو کر پکار رہے تھے:

’’ہمیں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہیں۔ آقا ہمیں صرف آپ درکار ہیں‘‘۔

☆☆☆

بے زبان کی محبت

مسجد نبوی میں کوئی منبر موجود نہ تھا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے وقت اکثر اوقات کھجور کے ایک تنے سے سہارا لیا کرتے تھے جو وہاں موجود تھا۔

ایک دفعہ ایک صحابی حضرت تمیم داریؓ نے لکڑی کا ایک منبر بنوایا اور مسجد نبوی میں لے کر اس وقت حاضر ہوئے جب آپؐ بہت سے صحابہ کرامؓ کے ساتھ وہاں جلوہ افروز تھے۔ انھوں نے یہ منبر ایک جگہ رکھا اور آپؐ سے عرض کی:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رضامندی سے میں نے یہ منبر باقوم نجار سے ...... جو ایک انصاریہ کا غلام ہے ...... بنوالیا ہے۔ اس کے دو زینے اور ایک نشست گاہ ہے آپؐ اسے منصب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں"۔

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے نصب کرنے کی اجازت دے دی۔

صحابہ کرامؓ آپؐ کے خطبہ کے منتظر تھے اس لیے منبر نصب ہو جانے کے بعد آپ اس پر جلوہ آرا ہوئے اور ابھی کچھ ارشاد فرمانے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ مسجد میں کسی کے رونے کی آواز بلند ہوئی یہ رونے کا موقع نہ تھا اس لیے سب کو تعجب ہوا لیکن سب حاضرین تعجب میں زبردست اضافہ اس وقت ہوا جب رونے والے کا کوئی پتہ نہ چلا لیکن تھوڑی دیر کے بعد فرط حیرت سے صحابہ کرامؓ سن ہو کر رہ گئے کیونکہ رونے کی یہ آواز کھجور کے اس تنے سے آرہی تھی جس سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے دوران اکثر سہارا لیا کرتے تھے۔

کسی نے آج تک درخت کو روتے نہیں دیکھا تھا اور انسانی معلومات کے مطابق تخلیق کائنات سے لے کر آج تک ایسا نادر واقعہ کبھی پیش نہ آیا تھا۔ آہستہ آہستہ صحابہ کرامؓ کی حیرت جاتی رہی کیونکہ وہ حقیقت سے واقف ہو چکے تھے۔

یہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اعجاز تھا کہ کھجور کے خشک تنے کو اپنی محرومی کا احسا ہو گیا تھا۔ بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثاروں کی طرح۔

بے زبان کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے صدقے میں زبان مل گئی اور اس نے اظہار محبت کے لیے گریہ کا سہارا لیا جو اس قدر دردناک تھا کہ سننے والوں پر رقت طاری ہو گئی۔ صحابہ کرامؓ پر بھی گریہ طاری ہو گیا کھجور کا یہ تنا آغوش نبیؐ سے محروم ہو گیا تھا لیکن محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپؐ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہ گئی اور منبر سے اتر کر آپؐ نے اپنے سینہ مبارک سے لگالیا۔ اور اس پر دست شفقت پھیرا اور کھجور کا یہ تنا اپنے محبوب کو پا کر اپنے محبوب کی آغوش میں سما کر خاموش ہو گیا۔ بالکل خاموش۔

لیکن اس کی بے زبان محبت کے نغمے اور زبان حال سے کہتی رہے گی: ''اے عشق رسول کے دعویدارو! تم نے رسول اکرمؐ کی محبت کا جام پیا ہی نہیں ورنہ تمہاری آنکھیں اکثر اشکبار رہتیں اور تم سوز و گداز کی لذت سے آشنا ہوتے۔ پیارے نبی کے پیارے نام کو سن کر تمہارے اندر محبت کی لہریں دوڑ جاتیں۔

☆☆☆

دین سے روکنے والے

بعض لوگ خود بھی نماز نہیں پڑھتے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتے ہیں۔ کہتے ہیں جنگ آزادی کے دنوں میں ایک زخمی لاشوں کے درمیان پڑا تھا اور اٹھ نہیں سکتا تھا۔

اتفاقاً ایک بنیا وہاں سے گزرا تو اسے دیکھ کر زخمی بولا ''بھائی میں زخمی ہوں چل نہیں سکتا میرے پاس آؤ میری کمر میں ایک ہزار روپیہ بندھا ہوا ہے اسے کھول کر لے جاؤ میں تو مر جاؤں گا یہ رقم تمہارے کام آئے گی''۔

بنیا لالچ کے مارے قریب ہوا تو زخمی نے اس کی ٹانگ پر تلوار مار کر اُسے کاٹ دیا اور کہا میاں کہاں کا روپیہ یہاں تو رات بھر اکیلے جی گھبراتا ہے میں نے خیال کیا کہ کسی آدمی کو اپنے پاس رکھنا چاہیے اور ویسے کون رہتا ہے۔ یہ ترکیب نکالی ہے۔

بنیا غصے میں آکر کہنے لگا سسرا نہ آپ چلے نہ اوروں کو چلنے دے۔

یہی حال آج کل اکثر لوگوں کا ہے نہ دین پر خود چلتے ہیں نہ دوسروں کو چلنے دیتے ہیں بلکہ جو آدمی اللہ کی راہ پر چل پڑتا ہے اسے پاگل کہتے ہیں اور کہتے ہیں یہ کمائی سے محروم ہو گیا ہے۔

☆☆☆

اللہ والوں کی نظر

حضرت سلطان ابراہیم ادھمؒ اپنے درویشی کے زمانہ میں ایک بار کسی جہاز پر سوار ہوئے۔ اس جہاز میں ایک امیر آدمی بھی سوار تھا جس کے مسخرے اسے خوش کرنے کے لیے روزانہ نقلیں کیا کرتے تھے ایک دن انھوں نے درخواست کی کہ اگر کوئی غریب آدمی مل جائے تو اس سے دھول دھپا کرتے ہوئے نقلیں کریں تا کہ لطف زیادہ ہو۔

چنانچہ حضرت ابراہیم ادھمؒ کو فقیر سمجھ کر امیر آدمی کے سامنے لے گئے اب کوئی دھول لگا رہا ہے کوئی ٹانگ پکڑ رہا ہے اور یہ اس طرح خاموش ہیں گویا کوئی احساس ہی نہیں رہا ہے۔ جب کافی دیر گزر گئی تو غیرت الٰہی کو جوش آیا اور ارشاد ہوا اے ابراہیم ان کی گستاخی حد سے بڑھ گئی ہے کہو تو ان سب کو غرق کر دیں؟

عرض کیا میرے اللہ غرق کرنے کی بجائے ان کو آنکھیں ہی دے دیجیے اور ان خرافات سے نکال دیجیے۔ یکا یک ان کی باطنی آنکھیں کھل گئیں وہ اپنے کیے پر بہت پچھتائے اور معافی مانگ کر ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

☆☆☆

کلمہ شریف

ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور قاضی نے پوچھا کہ تم نے اسے قبول کیا بس نکاح ہو گیا۔ دولہا خوش ہیں کہ بیوی مل گئی۔ مہینہ بھر کی دعوتوں کے بعد جب اپنے گھر میں رہنے لگے تو بیوی نے کہا کہ ماں باپ کا دیا ہوا غلہ وغیرہ سب کچھ ختم ہو گیا ہے اب غلے لکڑی اور نمک مرچ کا بندوبست کرو تو بولے ''بیوی کیا تم پاگل ہو گئی ہو میں نے تمہیں قبول کیا ہے۔ آٹا دال لکڑی وغیرہ کو قبول نہیں کیا تھا۔ بیوی نے شور مچایا لوگ اکٹھے ہو گئے اور جب دونوں کی باتیں سنیں تو دولہا سے کہا: میاں بیوی کو قبول کرنے کا مطلب یہی ہے کہ آٹا دال لکڑی وغیرہ کا ذمہ بھی اٹھانا پڑے گا۔

یہی حال کلمہ شریف پڑھ لینے کا ہے کہ اس کے پڑھنے میں نماز، روزہ اور تمام اعمال حسنہ کا بوجھ اٹھانا پڑے گا یہ نہیں ہوسکتا کہ کلمہ پڑھ کر اعمال صالحہ سے ہی بے فکر ہو گئے۔

☆☆☆

اسلام کی برکات

حضرت بریرہؓ پہلے ایک کنیز تھیں اس غلام میں ان کا نکاح ہو گیا تھا اس کے بعد وہ آزاد کر دی گئیں اور قانون شرعی یہ ہے کہ جو باندی آزاد ہو جائے اُسے اپنے شوہر کے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا اختیار ہوتا ہے اس لیے حضرت بریرؓ نے آزاد ہوتے ہی اپنے شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا۔ان کے شوہر حضرت مغیثؓ انہیں بہت چاہتے تھے ۔وہ روتے روتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپؐ نے ان کی حالت کو دیکھ کر حضرت بریرؓ سے ارشاد فرمایا تم ان سے نکاح کر تو اچھا ہے۔

حضرت بریرہؓ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا حکم ہے یا سفارش؟ آپؐ نے فرمایا سفارش ہے۔

اس پر بریرہؓ نے کہا میں سے قبول نہیں کرتی ۔آپؐ خاموش ہو گئے اور کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔اس سے ثابت ہوا کہ اصل آزادی تو اسلام نے دی ہے ۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ بھی ہے مسلم شریف میں ہے کہ ایک صحابی نے شوربا پکایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی آپؐ نے فرمایا:

عائشہ بھی ساتھ چلیں گی انھوں نے کہا فقط آپؐ۔آپؐ نے فرمایا پھر میں بھی نہیں جاتا وہ واپس چلے گئے ۔کچھ دیر بعد دوبارہ آئے اور یہی گفتگو ہوئی۔پھر چلے گئے۔ آخری تیسری بار انہوں نے حضرت عائشہ کی دعوت بھی منظور کی۔

سبحان اللہ کیا خوب آزادی ہے کیسا بے تکلف کہہ دیا کہ نہ ہی ۔جبر کی کوئی بات نہ تھی ۔اصل آزادی تو یہ ہے۔آج کوئی ایسا کر کے تو دکھلائے ۔

☆☆☆

کرامت

ایک شخص حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کے پاس دس سال تک رہا مگر اس عرصے میں کوئی حسی (محسوس ہونے والی) کرامت اس کو نظر نہ آئی۔ دس سال کے بعد اس نے عرض کیا کہ میں دس سال تک آپ کے پاس رہا لیکن آپ سے کوئی کرامت نہ دیکھی مجھے تو آپ بھی دوسرے لوگوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے مجھے دس سال کے اندر کوئی خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھا اس نے کہا نہیں۔

تو آپ نے فرمایا کہ اس سے زیادہ جنید کی اور کونسی کرامت ہوسکتی ہے کہ دس سال تک اس سے ایک کام بھی خلاف شرع صادر نہیں ہوا۔

دراصل ہر کام شریعت کے عام مطابق کرنا ہی سب سے بڑی کرامت ہے جبکہ لوگ نظر آنے والی کرامت کو ڈھونڈتے ہیں۔

☆☆☆

اختلاف کی وجہ الفاظ ہیں حقیقت نہیں

ایک شخص نے مرتے وقت اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ جو لوگ میری تعزیت کو آئیں ان کی خوب خاطر و مدارت کرنا۔ انھیں اونچی جگہ بٹھانا بھاری پوشاک پہن کر ان سے ملنا نرم اور شیریں گفتگو ان سے کرنا اور قیمتی کھانا ان کو کھلانا۔ چنانچہ باپ کے مرنے کے بعد جب ایک شخص اسکی تعزیت کو آیا تو بیٹے نے نوکروں سے کہا کہ اس شخص کو پکڑ کر مچان پر بٹھا دو وہ بیچارہ چیخا چلایا مگر اس کی کسی نے نہ سنی پھر خود ایک بھاری چادر باندھی اور ایسی ہی ایک چادر اوڑھ کر مچان میں اسکے پاس گیا۔

اس نے تعزیت کے چند الفاظ کہے تو جواب میں گڑ اور روئی کہا اور وہ بیچارہ حیران تھا کہ یہ کیا ماجرہ ہے۔ اتنے میں نوکروں سے کہہ کر اسے اتار لیا اور کھانا سامنے رکھ دیا۔ بوٹی ذرا سخت تھی مہمان بولا گوشت گلا نہیں ہے تو یہ بولے واہ صاحب واہ میں نے آپ کے لیے اپنا پچاس روپے والا قیمتی کتا ذبح کر دیا اور آپ نے اس کی یہ قدر کی ہے۔ مہمان نے فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور پوچھا یہ کیا معاملہ ہے تو بتایا کہ والد صاحب نے مرتے وقت کہا تھا کہ مہمان کو اونچی جگہ بٹھانا اور میرے یہاں اس مچان سے زیادہ اونچی جگہ کوئی اور نہ تھی باپ کی دوسری وصیت یہ تھی کہ بھاری کپڑے پہن کر مہمان سے ملنا تو ان چادروں سے زیادہ بھاری اور کوئی کپڑا نہ تھا۔ تیسری وصیت یہ تھی کہ نرم اور شیریں گفتگو کرنا سو روئی اور گڑ سے زیادہ نرم اور شیریں چیز نہیں ہوتی اور آخری بات انھوں نے یہ کہی تھی کہ کھانا قیمت کھلانا سو اس کتے سے زیادہ قیمتی جانور اس وقت میرے پاس موجود نہیں تھا۔

مہمان نے کہا کہ خدا تم کو سمجھے اور کسی کو تمھارے پاس نہ لائے اس حکایت پر ہنسنے کی بجائے سوچیے اور سمجھیے خود ہمارا یہی حال ہے کہ الفاظ پر لڑتے اور جھگڑتے ہیں اور حقیقت کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں ہوتی۔

☆☆☆

تم بے غیرت ہو

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اپنے شیخ حضرت عثمان ہارونیؒ کے ساتھ پہاڑ کی طرف ایک مقام پر گئے وہاں ایک غار میں اک درویش کو دیکھا کہ عالم تحیر میں کھڑا ہے اور آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے چہرہ زرد ہے ایک پاؤں غار کے باہر ہے اور دوسرا اندر ہے۔

حضرت نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔اس نے عرض کیا ''میں یہاں بارہ برس سے عبادت میں ہوں ۔آزمائش کے طور پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں کہ وہ ہماری محبت سے سرشار ہیں یا قلب کا تعلق کسی اور سے ہے میری آزمائش اللہ تعالیٰ نے اس طرح لی کہ ایک عورت حسین وجمیل زیور سے آراستہ وہاں سے گزری تو شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا میں غار سے باہر نکل کر اس کو دیکھنے کی خواہش کی۔ابھی ایک پاؤں باہر نکالا تھا کہ آواز آئی۔

کیسے بے غیرت ہو شرم نہیں آتی۔دعویٰ تو ہماری محبت کا کرتے ہو اور دیکھتے عورتوں کی طرف ہو یہ محبت کیسی ہے؟

اس وقت سے میں اسی طرح کھڑا ہوں اور استغفار کر رہا ہوں کہ کب معافی ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

''تم میرے سامنے ہوتے ہوئے بھی دوسروں کی طرف متوجہ ہوتے ہو''۔

☆☆☆

شیطان کے بہکانے کا طریقہ

کہتے ہیں بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا جس کے تقدس کی داستانیں دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں اور شیطان کو اس کے بہکانے کا کوئی موقع نہ ملتا تھا اس کی خانقاہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک گاؤں تھا جس میں دو بھائی رہتے تھے جن کی ایک ہی بہن تھی اور کوئی دوسرا رشتہ دار زندہ نہ تھا۔ ایک دفعہ دونوں بھائیوں کو حکومت کی طرف سے کسی جنگ میں شامل ہونے کا حکم ملا۔ انھیں اپنی بہن کی فکر ہوئی کہ اب اس کا سرپرست کون ہوگا۔

آخر کافی غور و فکر کے بعد انھوں نے فیصلہ کرلیا کہ اسے راہب کی سرپرستی میں دے دیا جائے کیونکہ اس سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ چنانچہ وہ اپنی بہن کو لیتے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ یہ ہماری بہن ہے ہم جنگ پر جارہے ہیں اور اس کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے۔ براہ کرم اسے اپنے پاس رہنے کی اجازت دے دیں واپسی پر ہم اُسے آپ سے لے جائیں گے۔

راہب نے طوعاً و کرہاً ان کی بات مان لی۔ اور خانقاہ کے ایک کمرے میں اسے جگہ دے دی اس کے بعد دونوں بھائی خوشی خوشی جنگ کے لیے روانہ ہو گئے۔ راہب دونوں وقت کا کھانا اور پینا دروازے کے باہر رکھ کر دروازہ کھٹکھٹا دیا کرتا تھا اور خود واپس چلا جاتا تھا۔

لڑکی کھانے پینے کا وہ سامان لے کر اندر چلی جاتی تھی اس طرح کچھ عرصہ گزرا تو شیطان نے ایک دن راہب کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ لڑکی اکیلی رہتی ہے بے چاری تنہائی میں گھبراتی ہوگی اور ممکن ہے اسے کوئی بدنی تکلیف وغیرہ بھی ہو اس لیے اس سے بات چیت کرنا اس کا حال پوچھنا انسانی رواداری کا تقاضا ہے۔ تجھے اس پر عمل کرنا چاہیے اس لیے دوسرے دن اس نے لڑکی کی خیریت دریافت کرنی

شروع کر دی۔ پھر شیطان نے بہکایا کہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کا دل بہلایا جائے۔ چنانچہ اگلے دن سے وہ لڑکی کے پاس تھوڑی دیر بیٹھنے لگا اور تھوڑے دنوں کے بعد رسمی تکلفات اور حجابات دور ہو گئے۔

اب شیطان نے راہب کے جنسی جذبہ کو برانگیختہ کرنا شروع کر دیا اور وہ لڑکی اسے پرکشش نظر آنے لگی۔ اسنے لڑکی کے پاس بیٹھنے کا وقفہ بڑھا دیا اور جنسی جذبے کو تسکین دینے والی باتیں کرنا شروع کر دیں۔

ادھر لڑکی بھی اس کی باتوں سے متاثر ہوگئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ عرصہ کے بعد دونوں فعل بد کے مرتکب ہو گئے اور رفتہ رفتہ یہ ان کا معمول بن گیا۔ اسی دوران لڑکی حاملہ ہوئی۔ پھر وہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا گلا گھونٹ کر انھوں نے چوکھٹ کے نیچے گڑھا کھود کر اس میں دفن کر دیا۔

کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد دونوں بھائی جنگ سے واپس آئے اور راہب کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنی بہن کو گھر لے گئے۔ رات کو خواب میں دونوں بھائیوں نے وہ سب کچھ دیکھا جو راہب اور لڑکی کے درمیان ہو چکا تھا لیکن ایک دوسرے سے شرم کے مارے کچھ نہ کہا بلکہ اسے وہم تصور کیا لیکن جب دوسری رات بھی یہی خواب دیکھا تو دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی روداد سنائی۔ اور سخت طیش میں آئے وہ اپنی بہن کو ساتھ لے کر راہب کے پاس گئے پھر ان دونوں کو اسی کمرے میں لے گئے جہاں لڑکی رہتی تھی۔

انھوں نے دونوں کو خواب والی بات کی تصدیق چاہی تو دونوں نے انکار کر دیا اور کہا یہ کیسے ممکن ہے۔ دونوں بھائیوں نے چوکھٹ کے نیچے گڑھا کھودا تو لڑکی کی ہڈیاں برآمد ہو گئیں۔ شیطان نے آخری وار کیا اور دونوں بھائیوں کو ابھارا کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔

چنانچہ انھوں نے راہب اور اپنی بہن دونوں کو قتل کر دیا۔ شیطان اس طرح ناصح

مشفق بن کر آہستہ آہستہ انسان کے جذبات سے کھیلتا اور اسے برائی کرنے پر آمادہ کر لیتا ہے۔

☆☆☆

ہمیشہ کھلا رہنے والا دروازہ

بصرہ کا ایک رئیس اپنے باغ میں گیا اور اس کی نظر اپنے سنار کی حسین بیوی پر پڑی۔ رئیس نے سنار کو تو کسی کام کے لیے باہر بھیج دیا اور عورت کو حکم دیا کہ گھر کے تمام دروازے بند کر دے۔ اس عورت نے سب دروازے بند کر دیے اور جب رئیس نے پوچھا کہ سب دروازے بند ہو گئے تو عورت نے کہا نہیں کیونکہ اور تو سب دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ بند نہیں ہوتا۔

رئیس نے پوچھا وہ کونسا دروازہ۔ اس نے کہا جس سے اللہ دیکھ رہا ہے۔ عورت کی یہ بات سن کر وہ رئیس سخت نادم ہوا۔ اپنے ارادہ کو بدل کر اس نے توبہ کی اس عورت سے معافی مانگی اور روایات میں آتا ہے کہ اس نے یہ باغ اس عورت کے شوہر کو دے دیا تاکہ اس گناہ کا کفارہ بن سکے۔

☆☆☆

موت اور زندگی

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے کہ عراق سے خالد بن ولیدؓ کے پاس کچھ تحفے آئے جن میں ایک ڈبیہ زہر کی بھی تھی جس کے بارے میں قاصد نے بتایا کہ اس جیسا زہر قاتل کسی بادشاہ کے خزانے میں بھی نہیں ہے۔ اس کی ذرا سی مقدار بھی آدمی کو مار ڈالتی ہے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور کوئی شے بھی کسی کا اس وقت تک کچھ نہیں بگاڑ سکتی جب تک اللہ کریم کا حکم نہ ہو۔

اس کے بعد انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر وہ زہر پی لیا لیکن آپ پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

☆☆☆

پتھر سے پانی

حضرت ابراہیم ادھمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ چرواہے سے پانی مانگا۔اس نے کہا پانی میرے پاس نہیں البتہ دودھ ہے وہ آپ جتنا چاہیں لے سکتے ہیں ۔میں نے کہا مجھے تو پانی کی ضرورت ہے اس پر چرواہے نے اپنا عصا اٹھا کر ایک پتھر پر مارااوراس سے ایک نہایت صاف اور پاکیزہ پانی کا چشمہ بہہ نکلا۔میں یہ معاملہ دیکھ کر متعجب ہوااس نے کہااس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔جب بندہ اللہ عزوجل کا مطیع فرمان ہوجاتا ہے تو دنیا کی تمام چیزیں اس کی مطیع ہوجاتی ہیں۔

☆☆☆

وہ میرا نام جانتا ہے

مدائن کا قلعہ فتح کرنے کے بعد جب حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے سارے مال غنیمت کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا تو ایک دن ان کی خدمت میں ایک سپاہی حاضر ہوا اس نے پوٹلی میں کچھ باندھ رکھا تھا جب اسے کھولا گیا تو اس میں سے کسریٰ شہنشاہ ایران کا نہایت قیمتی تاج نکلا۔

حضرت سعدؓ اس کی دیانتدار سے بہت متاثر ہوئے اور فرمایا: ''تمھارا نام؟'' سپاہی الٹے پاؤں واپس لوٹا اور دروازے کے پاس جا کر پکارا میں نے جس کے لیے یہ کام کیا ہے وہ میرا نام خوب جانتا ہے۔ اور یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ حضرت سعدؓ اس کی بے ریا اور بے لوث دیانتداری پر حیران رہ گئے۔

☆☆☆

سرمایہ پگھل رہا ہے

گرمی کا موسم تھا ایک شخص دوپہر کو سڑک کے کنارے برف کی ایک سل رکھے پکار رہا تھا۔ لوگو! مجھ پر رحم کرو میرا سرمایہ پگھل رہا ہے۔ وہاں سے ایک صاحب دل کا گزر ہوا اور جب انھوں نے یہ فریاد سنی تو بے ہوش ہو کر گر گئے جب ہوش آیا اور لوگوں نے پوچھا کہ یہ معاملہ تو فرمایا ''میری زندگی کا سرمایہ بھی پگھل رہا ہے (دن گزر رہے ہیں) اور مجھے اس کا احساس تک نہیں ہے۔ برف والے نے میری باطنی آنکھیں کھول دی ہیں۔ اور مجھے اپنی زندگی کی قدر و قیمت کا احساس ہو گیا ہے۔

☆☆☆

دنیا حقیر ہے

حضرت عمر فاروقؓ جب ۱۷ھ میں بیت المقدس تشریف لے گئے تو ان کے استقبال کے لیے سرداران فوج کا سیلاب امنڈ آیا حضرت عمرؓ نے ان میں حضرت ابوعبیدہؓ کو نہ پایا تو پوچھا این اخی (میرے بھائی کہاں ہیں)

لوگوں نے پوچھا امیر المومنین آپ کس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں فرمایا: ابوعبیدہؓ کے بارے میں۔ اتنے میں حضرت ابوعبیدہؓ اپنی اونٹنی پر سوار وہاں پہنچے۔

دوسرے اصحاب میں سے اکثر نے فتوحات کے بعد اپنا معیار زندگی قدرے بدل لیا تھا لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے وہی سادہ اور معمولی لباس زیب تن کر رکھا تھا جس میں حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں مدینہ منورہ میں چلتے دیکھا تھا۔ آپ میرے بھائی میرے بھائی کہتے ہوئے ان سے بغل گیر ہو گئے۔ پھر مزاج پرسی کے لیے ان کے جائے قیام پر تشریف لے گئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تلوار ڈھال اور اونٹ کے کجاوے کے سوا وہاں کسی قسم کا سامان آرائش نہیں تھا۔

حضرت عمرؓ کی آنکھیں پرنم ہو گئیں اور فرمایا: ''ابوعبیدہؓ کاش تم ضروری سامان تو گھر میں رکھ لیتے''۔

انھوں نے بے نیازی سے جواب دیا:

''امیر المومنین ایک مجاہد کے لیے یہی سامان کافی ہے''۔

بیت المقدس کے اثنائے قیام میں ایک دن حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے ازراہ خوش طبعی و بے تکلفی کہا:

بھئی اور لوگ تو میری دعوت قبول کر چکے ہیں لیکن تم نے مجھے مدعو نہیں کیا۔ آج تم میری دعوت کرو نا۔

امیر المومنین میں اس خیال سے خاموش رہا کہ شاید آپ کو میری دعوت پسند نہ

آئے ورنہ میں اپنے غریب خانہ پر ہر وقت آپ کے لیے چشم براہ ہوں ۔

دعوت کے وقت پر حضرت عمر فاروقؓ ان کی جائے قیام پر تشریف لے گئے تو حضرت ابو عبیدہؓ نے روٹی کے چند سوکھے ٹکڑے امیر المومنین کے سامنے لا کر رکھ دیے اور عرض کیا:

امیر المومنین یہی میری خوراک ہے دونوں وقت روٹی کے یہ سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر کھا لیتا ہوں ۔

حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا:

شام میں آ کر سب بدل گئے لیکن ابو عبیدہؓ ایک تم ہو کہ ابھی تک اپنی وضع پر قائم ہو ۔ ایک اور موقع پر حضرت عمرؓ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا ممدوح کی گردن پر چھری چلانے کے مترادف ہے لیکن اے ابو عبیدہؓ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تمہارے سوا ہم میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو کچھ نہ کچھ بدل لیا ہے ۔

☆☆☆

مسلمان قیدیوں کی خاطر

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں ایک بار شام کے معرکوں میں تقریباً اسی مجاہدین رومیوں کے ہاتھوں اسیر ہو گئے ان حضرت عبداللہ بن حذافہ سہی بھی تھے جن کے چہرے پر عجیب قسم کا نور اور جلال تھا۔

آپ بہت بلند و بالا قدو قامت کے انسان تھے۔ رومی آپ کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے جو اس وقت ان کے لشکر میں موجود تھا بادشاہ نے ان کو عیسائی بن جانے کی دعوت دی مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔

بادشاہ نے ان سے کہا کہ اپنا انجام اچھی طرح سے سوچ لو اگر تم انکار پر قائم رہے تو تمہیں کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا جائے گا۔ مگر آپ نے بے دھڑک جواب دیا کہ خواہ تم کچھ بھی کرو میں اپنا دین نہیں چھوڑوں گا۔ اب رومی ان کو خوف زدہ کرنے کے لیے ایک اور مسلمان قیدی کو بادشاہ کے پاس لائے جس نے اس قیدی کو بھی ترک اسلام کی دعوت دی مگر اللہ کے اس نیک بندے نے بھی صاف انکار کر دیا۔ اس پر رومی ظالموں نے اسے کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا جہاں وہ آناً فاناً جل بھن کر کباب ہو گیا۔ آپ اپنے مظلوم ساتھی کا انجام دیکھ کر رونے لگے۔

رومیوں نے کہا کہ اب موت سے ڈرتے کیوں ہو ابھی وقت ہے عیسایت قبول کر لو تو ہم تمہیں رہا کر دیں گے۔ رومیوں کی یہ بات سن کر آپ کی آنکھوں میں ایک نورانی چمک پیدا ہوئی اور آپ نے پر جلال لہجے میں فرمایا:

میں موت سے نہیں ڈرتا اور نہ روتا ہوں بلکہ اس بات پر روتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے میرے پاس صرف ایک جان ہے کاش ایک جان کی بجائے میرے ہر بال کی جگہ ایک ایک جان ہوتی اور میں ان سب جانوں کو راہ حق میں نثار کر دیتا۔

رومی ان کی قوت ایمانی دیکھ کر حیران رہ گئے اور ایسے پختہ ایمان والے شخص کو اپنے دین میں داخل کرنے کے لیے بے تاب ہو گئے۔ انھوں نے آپ سے کہا کہ اگر تم ہمارے بادشاہ کی پیشانی پر بوسہ دو تو ہم تمھیں ابھی رہا کر دیں گے۔

آپ نے صلیب پرست بادشاہ کی پیشانی چومنے سے انکار کر دیا۔ اب رومیوں نے آپ کو مال و دولت اور حسین عورتوں کا لالچ دیا لیکن آپ نے ہر ترغیب کو ٹھکرا دیا۔

آخر قیصر روم نے کہا کہ میری پیشانی چوم لو تو تمام مسلمان قیدی چھوڑ دیے جائیں گے۔ او راس پر اپنے مسلمان بھائیوں کی خاطر آپ آگے بڑھے اور بادشاہ کی پیشانی کو چوم لیا اس طرح اسی مسلمان قیدیوں کی قیمتی جانیں بچ گئیں۔

جب آپ مدینہ منورہ میں واپس آئے اور امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو یہ واقعہ سنایا تو انہوں نے فرط مسرت سے ان کی پیشانی چوم لی۔ او ر دوسرے مسلمانوں سے فرمایا کہ وہ ان کے سر کا بوسہ لیں۔

☆☆☆

جرأت ایمانی کا حیرت انگیز واقعہ

مشہور مورخ ابن ہشام کا بیان ہے کہ شہداء احیائے دین میں حضرت عمر بن العاصؓ کے چھوٹے بھائی حضرت ہشام بن العاصؓ بھی تھے جو سابقون الاولون میں سے تھے اور دو ہجرتوں میں ممتاز تھے' مسلمانوں نے رومیوں کا تعاقب کیا تو راستے میں ان کو ایک تنگ کھائی ملی جس میں سے ایک وقت میں صرف ایک آدمی گزر سکتا تھا۔

جو مسلمان اس مقام سے پار ہو گئے ان سے رومی لڑنے لگے حضرت ہشام شہید ہو کر اس تنگ مقام میں گر پڑے اب جو مسلمان وہاں پہنچتا وہیں رک جاتا تھا کیونکہ آگے بڑھنے سے حضرت ہشام کی لاش گھوڑوں کے سموں کے نیچے کچلی جاتی تھی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے یہ کیفیت دیکھی تو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مسلمانو! اللہ تعالٰی نے میرے بھائی کو رتبہ شہادت پر فائز کیا اور اس کی روح کو اٹھا لیا۔ یہاں تو صرف اس کا جسم ہے اس لیے تم اس کی لاش پر سے گھوڑے لے جاؤ اور اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرو۔

یہ کہہ کر انھوں نے گھوڑا بڑھایا اور دوسرے لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اس طرح شہید حق کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ جنگ ختم ہوئی تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے بھائی کی لاش کے ٹکڑوں کو بورے میں بھر کر سپرد خاک کر دیا۔

☆☆☆

سوز محبت

ہجرت نبوی سے چند سال پہلے کا ذکر ہے کہ ایک بار حضرت ابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انھیں وہاں بیٹھے تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوگئی اور زبان مبارک پر (بعض روایات کے مطابق) سورۃ البینہ طاری ہوگئی۔ حضرت ابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر جاری ہونے والی ان آیات قرآنی کو غور سے سنتے اور لکھتے رہے اور جب جبریل امین نے پیغام الٰہی پہنچا کر واپس چلے گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو قرآن سنایا کروں (تاکہ تمھیں یاد ہو)۔"

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" یہ سن کر حضرت ابی فرط محبت سے بے خود ہو گئے اور ان پر بے اختیار گریہ طاری ہو گیا۔

دوست جب دوستوں کو یاد کرتے ہیں تو سوز محبت سے اکثر ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور اللہ جب اپنے دوستوں کو ان کے ذاتی نام سے یاد کرے تو ان کے سوزوں کی کیفیت کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

☆☆☆

صدق گوئی

حضرت عبداللہ احمد مغربی کو ورثے میں جو مکان ملا تھا آپ نے اسے فروخت کر دیا اور حج کو روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک بدو ملا اس نے آپ کو تنہا دیکھ کر پوچھا کہ تمھارے پاس کیا ہے آپ نے بلا تامل فرمایا "پچاس دینار"۔

بدو نے بڑے کرخت لہجے میں کہا "لاؤ نکالو یہ دینار"

آپ نے بلا کسی حیل وحجت کے یہ رقم اسکے حوالے کر دی بدو پر اس بات کا کچھ ایسا اثر ہو گیا اور آپ کی صدق گوئی کی وجہ سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے آپکے یہ دینار واپس کر دیے۔ اور آپ کو اپنے اونٹ پر بٹھا کر مکہ معظّمہ تک لے گیا اور کافی عرصے تک آپ کی صحبت میں رہ کر شیخ کامل بن گیا۔

☆☆☆

ذہانت

حضرت امام شافعیؒ کی والدہ بہت بزرگ تھیں اور اکثر لوگ ان کے پاس امانتیں رکھوایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ دو آدمیوں نے کپڑوں سے بھرا ہوا صندوق ان کے پاس بطور امانت رکھوایا۔ چند روز بعد ایک شخص نے آکر ان سے صندوق لے گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد دوسرے شخص نے آکر ان سے صندوق طلب کیا تو انھوں نے کہا کہ میں صندوق تمھارے ساتھی کو دے چکی ہوں۔

اس نے کہا جب صندوق ہم دونوں نے ایک ساتھ رکھوایا تھا تو پھر آپ نے میری غیر حاضری میں اسے کیسے دے دیا۔

اس جملے سے حضرت امام شافعیؒ کی والدہ کو بڑی ندامت ہوئی لیکن اسی وقت امام صاحب گھر میں آگئے اور والدہ سے کیفیت معلوم کر کے اس شخص سے فرمایا "تمھارا صندوق تمھارے پاس موجود ہے لیکن تم تنہا کیونکر آئے ہو اپنے ساتھی کو کیوں ساتھ نہیں لائے جاؤ پہلے اپنے ساتھی کو لے کر آؤ۔

یہ جواب سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔

☆☆☆

دانش مندی

ایک رئیس جو حضرت عثمانؓ کو یہودی کہا کرتا تھا ایک بار حضرت امام ابو حنیفہؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا مجھے اپنی لڑکی کے لیے موزوں رشتے کی تلاش ہے آپ اس سلسلے میں میری مدد کریں۔آپ نے وعدہ کرلیا وہ شخص بڑا خوش ہوا اور کچھ تفصیل چاہی تو آپ نے فرمایا لڑکا بہت امیر اور خوبصورت ہے لیکن چہرے پر چیچک کے چند داغ ہیں۔

امیر آدمی نے کہا اس کی کوئی بات نہیں ہے۔امام صاحب نے فرمایا البتہ ایک بات ہے کہ وہ لڑکا یہودی ہے۔تو رئیس نے کہا کہ مسلمان ہو کر میں اپنی لڑکی یہودی کے حوالے کیونکر کرسکتا ہوں۔آپ نے فرمایا: تم اس شادی کو حرام سمجھتے ہو حالانکہ تمھارے حرام سمجھنے سے کیا ہوتا ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی دو صاحبزادیاں ایک یہودی کو دے دی تھیں۔

رئیس آدمی یہ بات سن کر سخت شرمندہ ہوا کیونکہ وہ امام صاحب کا اشارہ سمجھ گیا تھا۔اسنے توبہ کی آئندہ سے حضرت عثمانؓ کو یہودی کہنا چھوڑ دیا۔اور ان کی شان میں گستاخی کرنے سے باز آ گیا۔

☆☆☆

میرے نام کو بھی شہرت دے

حضرت امام ابو حنیفہ سے ایک مرتبہ کچھ عورتوں نے سوال کیا کہ مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے تو پھر عورت کو کم از کم دو شوہر رکھنے کی اجازت کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا اس کا جواب کسی اور وقت دوں گا۔ اور اس الجھن میں گھر کے اندر تشریف لے گئے۔

جب آپ کی صاحبزادی حنیفہ نے آپ کا چہرہ اترا ہوا دیکھا تو پوچھا کہ ابا جان آپ پریشان کیوں ہیں؟ آپ نے فرمایا بیٹی ایک الجھن میں گرفتار ہوں جب بیٹی نے الجھن کی تفصیل چاہی تو فرمایا میں اس الجھن کا جواب دینے سے قاصر ہوں اس لیے پریشان ہوں پھر آپ نے عورتوں کا سوال دہرایا اور فرمایا اس کا جواب نہیں سوجھ رہا۔

بیٹی نے عرض کیا ابا جان اگر آپ اپنے نام کے ہمراہ میرے نام کو بھی شہرت دینے کا وعدہ کریں تو میں ان عورتوں کے سوال کا جواب دے سکتی ہوں۔ جب آپ نے وعدہ کرلیا تو صاحبزادی نے عرض کیا کہ آپ ان عورتوں کو کہہ دیں کل میرے پاس جمع ہو جائیں۔ چنانچہ دوسرے دن جب وہ عورتیں آپ کے گھر میں جمع ہو گئیں تو صاحبزادی نے ہر ایک کو ایک ایک پیالی دودھ کی دے کر کہا اسے سنبھال کر رکھیں پھر ایک بڑا پیالہ سامنے رکھا اور کہا کہ اپنی اپنی پیالی کا دودھ اس پیالے میں ڈال دیں۔

جب عورتوں نے ایسا کیا تو صاحبزادی نے ان سے کہا کہ اب تم اس پیالے میں سے اپنا اپنا دودھ نکال لو عورتوں نے کہا کہ یہ تو ناممکن ہے کیونکہ سب دودھ یکجا ہو گئے ہیں۔

اس پر صاحبزادی نے کہا کہ جب دو شوہروں کی شرکت سے تمہیں اولاد ہو گی تو تم

یہ کیونکر بتا سکوگی کہ یہ اولاد کس شوہر کی ہے۔

اس جواب کو سن کر وہ عورتیں حیران رہ گئیں اور امام صاحب نے اس دن سے اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار کی اور اللہ تعالیٰ نے نام سے زیادہ کنیت کو شہرت عطا فرمائی۔

☆☆☆

خانہ کعبہ کی چابی

فتح مکہ کے بعد بتوں کی پوجا کرنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف کے دروازے پر جلوہ گر دیکھ کر اپنی کامیابی سے ہمیشہ کے لیے مایوس ہو گئے ۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ کو بلاؤ''۔ عثمان حاضر ہوتے ہیں تو آپؐ ان سے مسکرا کر فرماتے ہیں ''کعبہ کی چابی لاؤ''۔عثمان نے آج سے کئی سال پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چابی دینے سے انکار کر دیا تھا حالانکہ آپؐ چند گھڑیوں کے لیے کعبہ کے اندر رب کعبہ کی عبادت کرنا چاہتے تھے اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''ایک دن یہ چابی میرے پاس ہو گی اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا''۔اس وقت عثمان نے آپؐ کی اس بات کو دیوانے کی بڑ سمجھا تھا اور بڑے تکبر سے کہا تھا ''شاید اس دن تمام قریش ہلاک ہو چکے ہوں گے''۔

لیکن آپؐ نے جواب میں فرمایا تھا:

''نہیں وہ قریش کی عزت کا دن ہو گا''۔

آج فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو سب لوگ دن کی روشنی میں دیکھ رہے تھے اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔

عثمان نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے کعبہ کا دروازہ کھول دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی واپس کرتے ہوئے فرمایا:

''عثمان! یہ چابی اب قیامت تک تمھارے ہی خاندان میں رہے گی اور سوائے ظالم کے کوئی شخص اسے تم سے نہیں چھین سکے گا''۔

عثمانؓ اس ذرہ نوازی پر مسرور ہو کر بے اختیار پکار اٹھے ''بے شک آپؐ خداوند

کریم کے سچے رسول ہیں''۔ اوراس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

''آج نیکی اور وفا کا دن ہے''۔ عثمانؓ اس واقعے کے بعد مسلمان ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆

---------اختتام-----------